شعبہ
تعمیر و ترقی
دار العلوم ندوۃ العلماء
لکھنؤ

تعمیرِ حیات لکھنؤ

پندرہ روزہ ۱۵

ایڈیٹر محمد الحسنی

معاون سعید الاعظمی الندوی

۲۳ رجب سنہ ۱۳۸۳ھ مطابق ۱۰ دسمبر سنہ ۱۹۶۳ء

جدید تعمیر شدہ حرم کا ایک منظر!

نگہ بلند، سخن دلنواز، جاں پرسوز

• • •

پیــام نو بہ نو

• • •

دنیا کا آٹھواں اعجوبہ؟

سالانہ چندہ ۵ روپے

TAMEER-E-HA…

Daruluoom Nadwatululama, Lucknow. (India)

دار العلوم ندوۃ العلماء کا تیار کردہ نصاب

القراءة الراشدة (۳ حصے)

از: مولانا ابوالحسن علی ندوی

اس کتاب میں اسلامی تاریخ، نامور اسلامی شخصیتوں، ہندوستان کی اسلامی تاریخ اور اسکی نامور شخصیتوں سے متعلق اسباق، اسلام اور ہندوستان کی تاریخ کا خلاصہ، مشہور دینی درسگاہوں کا تعارف، معلوماتِ عامہ اور ضروری مضامین آگئے ہیں۔ اسکی کوشش کی گئی ہے کہ کوئی سبق دینی روح سے خالی نہ ہو اور وہ کسی اچھے نتیجہ یا حقیقت کی طرف رہبری کرتا ہو، مدارسِ عربیہ کی بڑی تعداد نے اس کو داخل نصاب کیا ہے۔

قیمت حصہ اول ۸؍ حصہ دوم ۱۲؍ حصہ سوم ۷۵

قصص النبیین للاطفال (۳ حصے)

از: مولانا ابوالحسن علی ندوی

اس کتاب میں ایک طرف زبان کی تعلیم کے جدید اصول اور ماہرینِ تعلیم و نفسیات کے تجربات کا اسطرح لحاظ رکھا گیا ہے کہ یہ کتاب عربی زبان کی تعلیم کا بہترین اور سہل ترین ذریعہ بن گئی ہے، دوسری طرف انبیاء علیہم السلام کے واقعات اور قصوں کو اس پیرایہ اسلوب میں پیش کیا گیا ہے کہ اسلام کے بنیادی اصول خود بخود طلباء کے ذہن نشین ہوتے چلے جاتے ہیں، اس سلسلہ کو ممالکِ عربیہ میں بڑی قدر کی نگاہوں سے دیکھا گیا ہے!

قیمت حصہ اول ۵۰/۰، حصہ دوم ۷۵/۰ حصہ سوم ۱/۷۵

العقیدۃ السنیۃ

از مولانا محمد اویس صاحب ندوی شیخ التفسیر دار العلوم ندوۃ العلماء

یہ کتاب شاہ ولی اللہ کے رسالہ العقیدۃ الحسنۃ کی شرح ہے، اس کتاب میں نازک اور پیچیدہ مسائل اس طرح آسان اور واضح کر دیئے گئے ہیں کہ طلباء تھوڑی سی محنت سے بہت کچھ حاصل کر سکتے ہیں، مولانا نے اس سلسلہ میں ابن تیمیہ، ابن قیم اور بعض دوسرے ائمہ کی کتابوں سے بھی استفادہ کیا ہے، مدارسِ عربیہ کیلئے ایک بیش بہا کتاب، طلباء اور اہلِ علم کیلئے بہترین تحفہ۔

قیمت ۵۰؍

تمرین الصرف ◎ تمرین النحو

جب ہمارے مدارس میں کم عمر کے طلبہ داخل ہونے لگے ہیں، پڑھانے والوں کو اسکا احساس ہونے لگا ہے کہ صرف و نحو کی پرانی کتابیں انکے سن و سال، ذہن و طبیعت کیساتھ مناسبت نہیں رکھتیں، دار العلوم نے اسی بات کے پیش نظر بچوں کیلئے صرف و نحو کا نیا نصاب مرتب کرنیکا کام شروع کر دیا ہے اور اسکی دو کتابیں تمرین الصرف و تمرین النحو شائع ہو چکی ہیں، یہ نصاب دار العلوم کے فضلاء مولانا محمد مصطفےٰ ندوی، مولانا عبد الماجد ندوی، مولانا معین اللہ ندوی نے مرتب کیا ہے۔

قیمت بالترتیب ۸؍ : ۸؍

جزیرۃ العرب

از مولانا محمد رابع ندوی، استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء

یہ جغرافیہ کی کوئی خشک کتاب نہیں بلکہ اس میں سیرت، تاریخ و ادب عربی کو بھی پیش نظر رکھا گیا ہے اسکی وجہ سے کسی جگہ کی جغرافیائی اہمیت کیساتھ اسکی دینی اور ادبی اہمیت بھی نظروں کے سامنے آجاتی ہے، اس سلسلہ میں قدیم و جدید دونوں ماخذوں سے استفادہ کیا گیا ہے، اہم مقامات کے قدیم ناموں کیساتھ جدید نام بھی بتائے گئے ہیں اور سب جگہ وضاحتی نقشے بھی دیئے گئے ہیں، اسکا تذکرہ عالمِ عربی کے اخبارات نے اچھے انداز میں کیا ہے، دار العلوم ندوۃ العلماء کے نصاب میں بھی داخل ہے، اپنے موضوع پر ایک منفرد کتاب۔

قیمت ۵ روپیہ

دہلی اور اسکے اطراف

از مولانا حکیم سید عبد الحئی
سابق ناظم ندوۃ العلماء

یہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ کا ایک سفرنامہ اور روزنامچہ ہے جو انیسویں صدی کے آخر میں لکھا گیا تھا، اس سفرنامہ سے اندازہ ہوگا کہ گذشتہ صدی کے علمی مراکز، ثقافت اور علم کے حامل تھے اور ان کا مطالعہ کتنا وسیع، عمیق اور پختہ تھا، آپ اس سفرنامہ میں شعر و سخن کا ذوق، علماء کی تاریخ و تحقیق، سلاسلِ تصوف اور انکی شاخوں اور قصبوں کی اطلاع، متقدمین کی تصنیفات اور کتابوں سے آگاہی اور ان کے مسالک اور عہد کے تشخصات بیان ملیں گے۔ قیمت مجلد ۲ روپیہ

…کرہ
…لانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی

…مولانا ابوالحسن علی حسنی ندوی

…ہجری کے مشہور و متبحر بزرگ و … حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مراد… … حالات، ارشادات و … جذب و احوال پر انکے تحریر مختصر، و سادہ … طب، تصوف، شریعت سے علیحدہ کوئی … ملاقات شریعت کی روح ہے، وہ حضرات … دعوت کے حامل اور تحقیق کے طالب ہیں … لیکن کتاب نہایت قیمتی تحفہ ہے

قیمت ۵۰؍

Printed by S. M. HASANI at Shahi Press, Niamatulla Road, Lucknow.
…amir Mansion, Gwynne Road, Lucknow-1, Ph…
… Printi… Chowdhry

مجلس مشاورت

مولانا محمد اویس ندوی، شیخ التفسیر دار العلوم ندوۃ العلماء

مولانا محمد اسحاق ندوی، استاذ حدیث دار العلوم ندوۃ العلماء

مولانا ابوالعرفان ندوی، قائمقام مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء

مولانا معین اللہ ندوی، ناظر شعبہ تعمیر وترقی دار العلوم ندوۃ العلماء

مولانا محمد رابع ندوی، ادیب اول دار العلوم ندوۃ العلماء

سالانہ چندہ ۵ روپئے ششماہی ۳ روپئے | فی کاپی ۲۵ نئے پیسے | ممالک غیر کے لیے (ایک پاؤنڈ اسٹرلنگ)

ترسیل زر وانتظامی امور کے لئے پتہ

منیجر "تعمیر حیات" شعبہ تعمیر وترقی دار العلوم ندوۃ العلما لکھنؤ

مضامین وغیرہ کے لئے خط وکتابت اس پتہ پر کی جائے

اسسٹنٹ ایڈیٹر "تعمیر حیات" شعبہ تعمیر وترقی دار العلوم ندوۃ العلما لکھنؤ

...cknow.
...know-1, Pho

تعمیر حیات

پندرہ روزہ — لکھنؤ

شعبہ تعمیر وترقی دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

جلد ۱ | ۲۳ رجب ۱۳۹۳ھ - ۱۰ دسمبر ۱۹۷۳ء | شمارہ ۳

اس شمارے میں

۱۔ نگہ بلند، سخن دلنواز، جاں پرسوز ... ... محمد الحسنی

۳۔ دار العلوم، حالات وواقعات ... ... ادارہ

۴۔ قرآن کا پیام ... ... مولانا محمد اویس ندوی

۵۔ کلام خیر الانام ... ... مولانا محمد ایوب اعظمی

۶۔ پیام نو بہ نو ... ... زائر حرم حمید صدیقی

۷۔ امریکہ میں اسلام کیسے پہنچا ... ... سید الاعظمی ندوی

۸۔ جدید حالات ومسائل میں نبوت کی ... ... مولانا محمد تقی امینی
روشنی اور رہنمائی کی ضرورت ہے

۹ کھیل کر طوفان سے پا جاؤگے ساحل کو تم ... مولانا محمد ثانی حسنی

۱۰ مولانا عبد السلام ہسوی ... ... محمد سالم ہسوی

۱۱۔ عربی کھجور ... ... مولانا محمد رابع ندوی

۱۲۔ ایک صحرائی سفر ... ... الحاج عبد الرحمن لوزولی

۱۳۔ تھوڑی دیر اہل حق کے ساتھ ... ... محمد یونس نگرامی

۱۴۔ کتب خانہ کی سیر ... ... شاہ شبیر عطا ندوی

۱۵۔ نئی کتابیں ... ... محمد اسحاق خاں ندوی

۱۶۔ دنیا کا آٹھواں عجوبہ؟ ... ... نمائندہ خصوصی کے قلم سے

۱۷۔ سائنس کی دنیا ... ... وحید سہان ترجمہ سید ضیاء الحسن ندوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نگہ بلند، سخن دلنواز، جاں پرسوز

محمد الحسنی

پوری انسانی زندگی اور کائناتی نظام دراصل توازن پر قائم ہے۔ وخلق کل شئ فقدرہ تقدیراً، حسن وجمال بھی توازن ہی کی ایک تعبیر ہے اور فضل وکمال بھی اسی کی تفسیر، مادی اشیاء (مثلاً اجسام واشکال، تعمیرات وظاہری ترقیات) سے لیکر معنوی اشیاء (مثلاً اخلاقیات واجتماعیات) تک ہر جگہ اسی کی کارفرمائی اور کرشمہ سازی نظر آتی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ زندگی کا سارا حسن وکمال توازن ہی کا ممنون احسان ہے۔

اسلامی طرز فکر اور اسلامی زندگی میں ہمیں اس کا بہت زیادہ احساس ہوتا ہے اور قدم قدم پر اس سے واسطہ پڑتا ہے، بعض چیزیں ایسی ہیں جو بالکل ناقابل تغیر اور اٹل ہیں، بعض چیزوں میں لچک پائی جاتی ہے، بعض ایسی بنیادی ہیں کہ ان پر مغفرت ونجات اور کامیابی کا انحصار ہے، بعض چیزیں ضمنی اور ان بنیادی چیزوں کی تقویت اور مدد کے لیے ہیں، بعض چیزیں وہ ہیں جن کی مثال اس راستہ سے دی جاسکتی ہے جس پر چلے بغیر آدمی منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکتا، اور کچھ ان راستے کے اشارات کی طرح ہیں لیکن راستہ راستہ ہی ہے اور اشارے اشارے، وہ اپنی اہمیت اور ضرورت کے اعتراف کے ساتھ راستہ کی سی اہمیت اختیار نہیں کرسکتے اور نہ اس کی جگہ لے سکتے ہیں، اسی طرح چونکہ ان روشنیوں اور اشاروں کے بغیر سلامتی کے ساتھ اور راستہ بھولے بغیر منزل تک پہونچنا بہت دشوار، اور عام حالات میں ناممکن ہے، اس لیے ان کا سہارا بیحد ضروری اور قیمتی ہے اور اسی وجہ سے شریعت نے ان کو بہت اہمیت دی ہے۔

یہ اور اس طرح کی بہت سی چیزیں ہیں جو اسلامی نظام کے ہر شعبہ میں نظر آئیں گی اور اس سے ہمیں اس توازن اور فرق مراتب کا احساس ہوگا جس پر سارا نظام قائم ہے۔

بدقسمتی سے اس پہلو کی طرف ہماری نظر بہت کم جاتی ہے، انسان کی کمزوری ہے کہ جس چیز سے اس کو دلچسپی ہوتی ہے وہ اس پر اپنی پوری توجہ مرکوز کردیتا ہے اور اس میں اس قدر مشغول ہوجاتا ہے کہ دوسرے اہم شعبے اس کی نظر سے اوجھل ہونے لگتے ہیں اور رفتہ رفتہ اپنی اہمیت کھو بیٹھتے ہیں اور آخرکار اپنے پسندیدہ طریقہ فکر وطرز عمل سے اس کو اس درجہ وابستگی، شیفتگی اور انہماک پیدا ہوجاتا ہے کہ توجہ دلانے سے بھی اس کو اس عدم توازن کا احساس نہیں ہوتا جس کا مظاہرہ وہ لاشعوری طریقہ پر کرتا رہتا ہے اور اس کے لیے جگہ جگہ سے دلائل بھی فراہم کرلیتا ہے، اس میں انسان بڑی حد تک معذور ہے، لیکن اس کی اصل ذمہ داری اس ابتدائی رویہ پر ہے جو اس نے اختیار کیا ہے، اگر اس وقت یہ بات اس کے سامنے ہوتی تو اس غلطی کا امکان بہت کم تھا اس قدر آگے بڑھ جانے کے بعد لوٹنا یقیناً بہت دشوار ہوتا ہے۔

خوش قسمتی سے ندوۃ العلماء کی بنیاد اسی توازن پر قائم ہے اور وہ ہمیشہ سے اس بات کا داعی ہے کہ جس چیز کی جو اہمیت ہے اس کا کھلے دل سے

اعتراف کرنا چاہئے اور اس میں کسی تنگ دلی، تعصب، عادت اور پسند و ناپسند کو حائل نہ ہونا چاہئے، اس کے نزدیک قلب و دماغ، زبان و قلم اور علم و عمل کا ایسا معتدل، متوازن اور صحت مند اجتماع جس میں ہر چیز اپنی صحیح جگہ پر ہو اور اس کو وہی اہمیت حاصل ہو جس کی وہ مستحق ہے، موجودہ انتشار اور ناہمواریوں کا سب سے بڑا حل اور ہماری ناکامیوں کا بہت بڑا سبب ہے۔ اقبال نے شاید اسی موقع کے لیے کہا تھا ؎

نگہ بلند، سخن دلنواز، جاں پرسوز
یہی ہے رخت سفر میر کارواں کے لیے

وہ صرف "زبان ہوش مند" نہیں جیسا کہ بعض حلقوں میں غلطی سے سمجھا گیا، بلکہ قلب درد مند بھی ہے وہ صرف "علم و ادب" کا علمبردار نہیں جس سے اس نے اسلام ہی کی ترجمانی اور تبلیغ و اشاعت کا بیش بہا کام لیا ہے بلکہ دل کے اس ادب کا بھی حامل ہے جس کو ہم خدا کا ادب و لحاظ اور ورع و احتیاط کہہ سکتے ہیں اور جو تقوی کی روح اور اس کی صحیح تعبیر ہے۔

اس کے نزدیک وہ تحقیق و مطالعہ اور وہ علم و فن بے جان اور بے قیمت ہے جس کے ساتھ مقصد کا عشق نہ ہو جس کے ساتھ دل کی گرمی اور آنکھ کی نمی نہ ہو۔ اس کے نزدیک وہی نگاہ معتبر ہے جو آنسوؤں سے پاک کی گئی ہو، وہی دل معتبر ہے جو خدا کے خوف و انابت میں اور خلق خدا کے درد میں شمع کی طرح جلتا اور پگھلتا رہتا ہو، وہی سخن معتبر اور دلنواز ہے جس میں خون جگر شامل ہو اور جو اس کے دل کے سچے جذبات کا آئینہ دار اور عکاس ہو،

"ہے رگ ساز میں رواں صاحب ساز کا لہو"

لیکن تنہا یہی موقف کافی نہیں، بعض لوگوں کے ساتھ اللہ تعالی کا استثنائی معاملہ ہے، ان کی ایمانی حرارت کسی زبان و ادب اور علم و وسائل کی محتاج نہیں!

فریاد کی کوئی لے نہیں ہے
نالہ پابند نے نہیں ہے

لیکن اس عالم اسباب میں اور عام حالات میں اللہ تعالی کی حکمت بالغہ اور قدرت کاملہ کا فیصلہ ہے کہ جام شریعت اور سندان عشق کو ساتھ ہی رکھا جائے، اور اس طرح رکھا جائے کہ جام شریعت میں کوئی بال نہ آئے، اس کے لیے دل کے سوز و گداز کے ساتھ فکر و نظر کے ان تمام پہلوؤں کو بھی ملحوظ رکھنا ضروری ہے جن کے بغیر صحت مند، متوازن اور حقیقی و مکمل شکل میں اسلامی طریقۂ زندگی کا اظہار نہیں ہو سکتا۔

ہیں علم و ادب اور فکری و علمی حوصلہ مندی میں دوسروں کا خوشہ چیں اور نقش بیں نہیں امام اور نقش گر ہونا چاہئے، اور ان بلندیوں پر کمند ڈالنی چاہئے جہاں ان کی نگاہ بھی نہیں پہونچتی لیکن دعوت کے جذبہ کے ساتھ، مقصد کے عشق کے ساتھ، خدا کے خوف اور خدا کی محبت کے ساتھ، آخرت کے یقین اور جنت کے استحضار کے ساتھ، یہ جذبات و کیفیات ہماری علمی و ادبی قوتوں اور عملی صلاحیتوں کو سرد نہیں کریں گی بلکہ اس کے لیے مہمیز کا کام کریں گی اور اس کے حق میں "آب نشاط انگیز" ثابت ہوں گی۔

ندوۃ العلماء کے بانی اور معمار اور اس کے "آئیڈیل" بھی حقیقتاً وہی لوگ تھے جو ان سب پہلوؤں کے جامع اور اس توازن کا حسین و خوشگوار نمونہ اور مثال تھے جس پر آج بہت بلند آہنگی کے ساتھ زور دینے کی ضرورت ہے۔

یہ نہ صرف ندوۃ العلماء یا مسلمانوں کی خدمت ہوگی بلکہ تمام دنیا اور ساری انسانیت کی خدمت ہوگی یہ دراصل اس شکل کی کامیاب نمود ہوگی جس کے لیے آج ساری دنیا چشم براہ ہے اور جو روز بروز کمیاب بلکہ نایاب ہوتی جا رہی ہے۔

گوئے توفیق سعادت درمیان افگندہ اند
کس بمیداں درنمی آید سواراں راچہ شد

مجلس تحقیقات شرعیہ اور مسلم پرسنل لا

مجلس تحقیقات شرعیہ جو کچھ عرصہ ہوا ندوۃ العلماء لکھنؤ میں قائم ہوئی ہے وہ اطمینان بخش رفتار سے اپنا کام کر رہی ہے "تعمیر حیات" کے پہلے شمارہ میں یہ خبر شائع ہوئی تھی کہ اس نے انشورنس پر کام کا آغاز کر دیا ہے، اب بحمد للہ یہ کام پایۂ تکمیل کو پہونچ گیا ہے۔

مجلس کے طے شدہ طریق کار کے مطابق عالم اسلام کے منتخب علماء کے پاس یہ تحقیقی کام بھیجا جائے گا اور ان کے خیالات و آراء معلوم کرنے کے بعد بنیادی ارکان اس پر غور کریں گے اور جو بات طے ہوگی اس کا اعلان کر دیا جائے گا۔

اس موقع پر ایک اور بات کی طرف توجہ دلانا ضروری ہے، اخبارات سے معلوم ہوا ہے کہ علوم شرعیہ کے ماہرین کا اجتماع ۴ر جنوری سے ۱۰ر تک دہلی میں ہو رہا ہے اور اس کے ایجنڈے میں مسلم پرسنل لا کا مسئلہ بھی شامل کیا گیا ہے

ہمارے خیال میں یہ جلد بازی ہندوستان کے موجودہ حالات کے پیش نظر غالباً کچھ مناسب نہیں ہے، بلکہ اس سے شائد مزید پیچیدگیاں پیدا ہو جائیں جب علماء اسلام خود موجودہ مسائل پر غور کر رہے ہیں تو کسی اور سطح پر اس مسئلہ پر گفتگو کسی طرح سود مند نہیں قرار دی جا سکتی،

مجلس تحقیقات جس طریقہ پر کاربند ہے اس سے اس مسئلہ میں خود بخود مدد مل رہی ہے اور زیادہ اچھے منظم اور متفقہ طریقہ پر!

نصابی کمیٹی

ندوۃ العلماء کی نصابی کمیٹی جس کا ذکر پہلے شمارہ میں آ چکا ہے اور جو دارالعلوم کے نصاب تعلیم میں مجوزہ اہم تبدیلیوں پر غور و خوض کر رہی ہے، اس کی مزید نشستیں ہوئیں، ایک نشست میں مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے بھی شرکت فرمائی، توقع ہے کہ نئے تعلیمی سال کے آغاز سے پہلے کمیٹی اپنا کام مکمل کر سکے گی۔

بستی کی دینی تعلیمی کانفرنس

بستی کی دینی تعلیمی کانفرنس جو ۲۹، ۳۰ر نومبر ۱۹۶۳ء کو منعقد ہوئی کامیابی کے ساتھ ختم ہوئی، کانفرنس میں کئی ہزار افراد نے شرکت کی، مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، مولانا محمد منظور نعمانی، مولانا ہاشم فرنگی محلی، مولانا عبدالغفار صاحب (بستی) اور دوسرے علماء و سربرآوردہ حضرات بھی جلسہ میں شریک تھے کانفرنس کا افتتاح کرتے ہوئے مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے بہت واضح اور صاف الفاظ میں کہا کہ "امت اسلامیہ پر جب کبھی حریفانہ حملہ ہوا ہے تو امت نے اپنے مادی وجود کو خطرہ میں ڈال کر اس کا مقابلہ کیا ہے۔ مولانا نے فرمایا کہ ایمانی وجود کی حفاظت منظور ہے تو اس کے لیے پھول کے بجائے کانٹوں سے نباہ کرنے کی عادت ڈالنی ہوگی، انھوں نے کہا ضمیر کی بیداری، انسانی فلاح، عقیدہ کا تحفظ یہ وہ چیزیں ہیں جو صاحب ضمیر قوموں کو وراثت میں ملتی ہیں، ہمارے وجود کا تحفظ حکومت کی چند کرسیوں کو حاصل کرنے کے بعد اس پر قابض ہونے سے نہیں ہو سکتا۔

جناب حبیب الرحمن صاحب وکیل نے اپنا فاضلانہ خطبہ استقبالیہ پڑھا اور ... گہرائی و سنجیدگی سے حالات کا جائزہ لیا۔ قاضی عدیل عباسی صاحب نے انجمن کی رپورٹ پیش کرتے ہوئے بتلایا کہ اس وقت بستی میں ۳۰۷ دینی مکاتب قائم ہیں۔ انھوں نے مسلمانوں سے اپیل کی کہ وقت کے تقاضوں نے جو بوجھ ان پر ڈال دیئے ہیں اس کو اٹھانے کے لیے تیار ہوں

دارالعلوم
حالات و واقعات!

(ادارہ)

دارالعلوم کے سالانہ امتحانات

دارالعلوم ندوۃ العلماء کے سالانہ امتحانات مورخہ ۱۱ر دسمبر ۱۹۶۳ء سے شروع ہو کر مورخہ ۴ر جنوری ۱۹۶۴ء کو ختم ہو جائیں گے۔

سالانہ امتحانات حسب دستور دو حصوں میں تقسیم ہوں گے، پہلا دور ابتدائی درجات سے لیکر درجہ سوم تک پر مشتمل ہوگا، جن کے امتحانات ۱۹ر دسمبر کو ختم ہو جائیں گے دوسرا دور ۲۲ر دسمبر ۱۹۶۳ء کو شروع ہوگا اس میں درجہ چہارم عربی سے لیکر آخری درجہ کے تمام طلبہ شریک ہونگے ۴ر جنوری کو آخری حاضری کے بعد دارالعلوم رمضان کی تعطیل کے لیے بند ہو جائے گا۔

دارالعلوم میں جدید تعمیرات

دارالعلوم میں تعمیر کا کام سرگرمی کے ساتھ جاری ہے، رواق سلیمانی تیار ہو چکی ہے، اساتذہ کے لیے رہائشی مکانات بھی زیر تعمیر ہیں، اس کے علاوہ ایک ڈائننگ ہال کی تعمیر کا کام شروع ہو چکا ہے، یہ ایک وسیع ہال ہوگا جس میں انشاءاللہ ۳۰۰ طلبہ بیک وقت کھانا کھا سکیں گے۔

رواق سلیمانی میں طلبہ کے کمروں کے علاوہ دو خوبصورت ہال بھی ہیں، مسجد کی توسیع کا بھی پروگرام ہے لیکن ابھی اس کا آغاز نہیں ہو سکا، (اس سلسلہ کی مکمل تفصیلات آئندہ شمارہ میں پیش کی جائیں گی)

مجلس تحقیقات شرعیہ کے بنیادی ارکان

اخبارات میں مجلس تحقیقات شرعیہ (ندوۃ العلماء لکھنؤ) کی کارروائی شائع ہو چکی ہے۔ مجلس کے بنیادی ارکان (غیر موجود حضرات کی منظوری حاصل کرنے کے بعد) کی فہرست یہ ہے۔

۱۔ مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی۔
دریاباد۔ ضلع بارہ بنکی

۲۔ مولانا منت اللہ صاحب رحمانی،
امیر شریعت بہار و اڑیسہ، خانقاہ رحمانی مونگیر

۳۔ مولانا محمد منظور صاحب نعمانی
مرکز تبلیغ و اصلاح کچہری روڈ لکھنؤ

۴۔ مولانا حبیب الرحمن صاحب اعظمی
مئو ناتھ بھنجن، اعظم گڈھ

۵۔ مولانا ابوالحسن علی حسنی صاحب ندوی، ندوۃ العلماء لکھنؤ

۶۔ مولانا فخرالحسن صاحب، استاذ دارالعلوم، دیوبند

۷۔ مولانا شاہ معین الدین احمد صاحب ندوی
دارالمصنفین، اعظم گڈھ

۸۔ مولانا محمد عمران خاں صاحب ندوی،
تاج المساجد، بھوپال

۹۔ مولانا ابواللیث صاحب ندوی
۱۵۳۵ سوئی والان، دہلی ۶

۱۰۔ مولانا عتیق الرحمن صاحب سنبھلی،
دفتر ندائے ملت رباغ گونگے نواب، لکھنؤ

۱۱۔ مولانا محمد اویس صاحب ندوی
استاذ دارالعلوم، ندوۃ العلماء لکھنؤ

۱۲۔ مولانا سعید احمد صاحب اکبرآبادی
صدر شعبہ دینیات، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

۱۳۔ مولانا محمد رضا صاحب انصاری، فرنگی محل، لکھنؤ

۱۴۔ مولانا محمد تقی صاحب امینی، سیحہ بارہ بنکی

۱۵۔ مولانا مفتی عتیق الرحمن صاحب، ندوۃ المصنفین دہلی

۱۶۔ مولانا محمد اسحاق صاحب سندیلوی ندوی
استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

۱۷۔ مولانا قاری محمد طیب صاحب
مہتمم دارالعلوم دیوبند، سہارنپور

۱۸۔ مولانا عبدالصمد صاحب رحمانی
نائب امیر شریعت بہار و اڑیسہ، مونگیر

۱۹۔ مولانا عبدالرحمن صاحب پالنپوری
مہتمم دارالعلوم چھاپی ضلع بناس کانٹھا، گجرات

۲۰۔ مولانا شاہ عون احمد صاحب قادری
پھلواری شریف پٹنہ

۲۱۔ مولانا مجیب اللہ صاحب ندوی
دارالمصنفین اعظم گڈھ

۲۲۔ مولانا ظفیر الدین احمد صاحب
کتب خانہ دارالعلوم دیوبند، سہارنپور

بزم سلیمانی کا انعامی مقابلہ

طلبہ دارالعلوم ندوۃ العلماء کی انجمن الاصلاح کے جمالیہ ہال میں ۲۸ر نومبر بروز جمعرات "بزم سلیمانی" کا انعامی مقابلہ منعقد ہوا، جلسہ کی دو نشستیں ہوئیں، پہلی نشست میں درجہ پنجم عربی تک کے طلبہ نے حصہ لیا، دوسری نشست میں درجہ ششم تا نہم تک کے طلبہ نے شرکت کی۔

پہلے دور کا پہلا انعام، محمد ایوب نیپالی، دوسرا انعام شبیر احمد بستوی اور تیسرا انعام عبدالعلیم بستوی کو ملا۔

دوسرے دور میں انعام پانے والے کے نام حسب ذیل ہیں۔

انعام اول، غلام جیلانی صاحب، انعام دوم قمرالزماں صاحب، انعام سوم حبیب اللہ صاحب!

پہلی نشست کا عنوان تھا:۔
"سلطنت مغلیہ کے زوال کے اسباب"

دوسری نشست کا عنوان تھا
"کیا اسلام عصر حاضر کا ساتھ دے سکتا ہے"!

پہلی نشست کی صدارت مولانا تقی امینی صاحب نے اور دوسری نشست کی صدارت مولانا محمد اسحاق صاحب ندوی سندیلوی نے فرمائی۔

آخر میں جناب وحید الدین خاں صاحب نے عنوان ثانی "کیا اسلام عہد حاضر کا ساتھ دے سکتا ہے" پر ایک بسیط تقریر فرمائی، اس کے بعد مولانا تقی امینی صاحب نے بھی اسی عنوان پر ایک جامع تقریر فرمائی، اور ان کی تقریر پر جلسہ کا اختتام ہوا،

ندوہ پریس میں توسیع و ترقی

ندوۃ العلماء پریس میں توسیع و ترقی کا کام شروع ہو چکا ہے۔ مزید ٹائپ آ گیا ہے اور کمپوزنگ کے لیے ایک علیحدہ سیکشن قائم کر دیا گیا ہے، "الیکٹرک مشین" نے کام شروع کر دیا ہے، امید ہے کہ مستقبل قریب میں پریس اچھے پیمانہ پر کام کرنے لگے گا اور طباعت کے اعلیٰ معیار پر پورا اتر سکے گا۔

ہمارے مہمان

مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی مدیر ماہنامہ معارف ۴ر دسمبر کو دارالعلوم تشریف لائے اور ایک دن قیام فرمایا، مولانا سنی وقف بورڈ کے جلسہ میں شرکت کی غرض سے لکھنؤ آئے تھے

۵ر دسمبر کو دارالسلام عمرآباد کے ناظم مولانا عبدالواجد صاحب اور مولانا ابوالبیان حماد دارالعلوم دیکھنے کی غرض سے یہاں تشریف لائے اور دن بھر قیام کر کے اسی دن شام کی گاڑی سے دہلی چلے گئے۔

قرآن کا پیغام

مولانا محمد اویس ندوی شیخ التفسیر دار العلوم ندوۃ العلماء

لقد اخذنا آل فرعون بالسنین ونقص من الثمرات لعلھم یذکرون (اعراف)

اور ہم نے پکڑیا فرعون والوں کو، قحطوں میں اور میووں کے نقصان میں، تا کہ وہ نصیحت پائیں۔

موجودہ تہذیب و تمدن کی مٹی دنیا کی بدقسمتی کا ایک خاص پہلو یہ ہے کہ آج انسان کے لئے سکون وطمانیت کا جو سامان موجود ہے وہ اس سے پہلے نہ تھا لیکن اس کے باوجود سکون وطمانیت آج ایک نایاب جنس ہے عیش وطرب کے سب اسباب مہیا ہیں، لیکن دل کی خوشی عنقا ہے، انسان کے جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کے لیے قوانین کا بڑا ذخیرہ موجود ہے فوج اور پولیس کا پہرہ بھی ہے، لیکن آج انسان کا مال، اس کی جان اور اس کی عزت و آبرو کی قیمت خاک کے ذرہ کی برابر بھی نہیں ہے، اس بدنصیبی میں مزید اضافہ یہ ہے کہ ناگہانی حادثات، اور اچانک آنے والے مصائب و آلام نے انسان کی عقل اور قوت تدبیر کو شکست دے دی ہے، ہولناک طوفان، تباہ کن سیلاب، قسم قسم کی بیماریاں بحری، بری اور فضائی حادثے، اس کثرت سے پیش آرہے ہیں کہ ہر روز کسی نہ کسی سنگین واقعہ کی اطلاع ملنے کا خطرہ لگا رہتا ہے۔

ہم ان سنگین حادثوں پر، اپنے رنج و ملال کا اظہار کرتے ہیں، ان کے ظاہری اسباب کی جستجو کرتے ہیں اور ان واقعات کی کوئی نہ کوئی مادی توجیہہ تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں، ہم کو نہ اس رنج و ملال پر کوئی اعتراض ہے اور نہ اسباب کی تفتیش سے کوئی انکار البتہ یہ ضرور کہنا ہے کہ جن حادثوں کے ہم آج شکار ہو رہے ہیں، اسی رنگ کے کچھ واقعات پہلے بھی پیش آچکے ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کی تباہی کا جب وقت آیا تو آسمان سے پانی کے دہانے کھل گئے زمین کے چشمے ابل پڑے، اور حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے ماننے والے کے سوا سب تباہ ہوگئے۔

عاد جن کو اپنے تمدن اور اپنی طاقت پر بڑا ناز تھا ان پر سات رات اور آٹھ دن تک ایسی گھٹا ہوا چلی کہ ان کو نیست و نابود کر گئی۔ مکانات رہ گئے مگر ان میں رہنے والے باقی نہ رہے۔ یہ ہوا جس چیز پر سے گذر جاتی تھی اس کو پرانی ہڈی کی طرح چور کر دیتی تھی۔

ثمود، اپنی دنیا طلبی میں بدمست ہو رہے تھے کہ رات کے وقت ایک ہیبت ناک آواز اور کڑک دار بجلی نے ہر شخص کو ہلاک کردیا۔

حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کا دردناک انجام بھی بھولنے والا نہیں، سورج نکلتے نکلتے ایک ہولناک آواز پیدا ہوئی اور پوری بستی الٹ گئی، پتھروں کی بارش ہوئی اور سب ختم ہوگئے۔

فرعون کی تاریخ پڑھی جائے تو معلوم ہو کہ کیسے کیسے اہم واقعات سے وہ دوچار ہوئے، قحط پڑے پھلوں کا نقصان ہوا، طوفان آئے ٹڈی دل نے کھیتوں کو برباد کردیا، دریاؤں اور کنوؤں کا پانی پینے کے لائق نہ رہا، آخر بحر قلزم کی موجوں میں یہ قوم فنا کے گھاٹ اتر گئی۔

مکہ معظمہ میں چڑھائی کے وقت ابرہہ کے لشکر پر جو کچھ گذری، تاریخ عرب کے صفحات اس سے بھرے ہوئے ہیں ابھی اس کا لشکر مکہ تک نہیں پہونچا تھا کہ پرندوں کے غول کے غول آئے اور سنگریزوں کی بارش شروع کردی تھوڑی دیر میں پورا لشکر زیر و زبر ہوگیا۔

خوب غور کیجئے کہ یہ سب حالات مادی ہی رنگ میں پیش آئے، جو لوگ مادی اور ظاہری اسباب ہی کو ہر چیز کا حقیقی سبب بتانا چاہتے ہیں اگر وہ ان واقعات کو تسلیم کریں تو ممکن ہے کہ ان کی بھی کوئی ظاہری اور مادی توجیہ کرلیں، لیکن اس کیا کیا کیجئے گا کہ یہ ہیبت ناک واقعات اپنے اپنے زمانہ میں حق اور ناحق کا معیار بن گئے، جو لوگ سچائی کو مانتے تھے وہ ان غم انگیز حادثوں سے بچ گئے اور جو لوگ سچائی کو جھٹلاتے تھے اور خدا کی زمین کو فتنہ و فساد سے خراب کرتے تھے۔

وہ تباہ و برباد ہوگئے آخر ایسا کیوں ہوا؟ کیا اس کی بھی کوئی ظاہری اور مادی توجیہ ممکن ہے؟

اصل یہ ہے کہ یہ غم انگیز اور دردناک واقعات جو ہم کو پیش آرہے ہیں، گو وہ اسباب کے ماتحت ہی پیش آرہے ہوں لیکن یہ اسباب بھی ایک ذات برحق کے قبضۂ قدرت میں ہیں، اور وہ ذات برحق ان واقعات کے ذریعہ ہم کو ہشیار کرنا چاہتی ہے، خواب غفلت سے بیدار کرنا چاہتی ہے، مستی سے ہوش میں لانا چاہتی ہے، اسی لیے آیت بالا میں ارشاد فرمایا:-

لقد اخذنا آل فرعون بالسنین ونقص من الثمرات لعلھم یذکرون (اعراف)	اور ہم نے پکڑیا فرعون والوں کو قحطوں میں، اور میووں کے نقصان میں تاکہ وہ نصیحت پائیں۔

اللہ تعالیٰ کا قانون یہ ہے کہ ابتدائی تنبیہ کے طور پر مجرموں کو بیماری قحط اور دوسری سختیوں میں مبتلا کر دیتے ہیں کہ شاید لوگ شرارتوں سے باز آجائیں جب اس کا اثر نہیں ہوتا ہے تو خوش حالی کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں کہ شاید یہ احسانات سے شرمائیں اور بدی چھوڑ دیں لیکن جب ظالم اس کا بھی اثر قبول نہیں کرتے ہیں بلکہ اس رنج و راحت کی صرف مادی توجیہات پر اکتفا کرتے ہیں اور اتفاقات زمانہ کی تاویل سے اپنی تسلی کر لیتے ہیں تو اس منزل پر پہونچکر ان کو خدا کا عذاب آدباتا ہے

وما ارسلنا فی قریۃ من نبی الا اخذنا اھلھا بالبأساء والضراء لعلھم یضرعون ثم بدلنا مکان السیئۃ الحسنۃ حتی عفوا وقالوا قد مس آباءنا الضراء والسراء فاخذناھم بغتۃ وھم لا یشعرون (اعراف)	اور نہیں بھیجا ہم نے کسی بستی میں کوئی نبی کہ نہ پکڑا ہم نے وہاں کے لوگوں کو سختی اور تکلیف میں تاکہ وہ گڑگڑائیں، پھر بدلدی ہم نے برائی کی جگہ بھلائی، یہاں تک کہ وہ بڑھ گئے اور کہنے لگے کہ پہونچتی رہی ہے ہمارے باپ دادوں کو بھی تکلیف اور خوشی پھر پکڑا ہم نے ان کو ناگہاں اور ان کو خبر نہ تھی۔

کم نظر اور ظاہر بیں انسان اپنی عقل و ذہانت کو ان حوادث کے صرف مادی اور ظاہری اسباب کی تلاش و جستجو میں خرچ کرتا ہے اور اس کی نظر اس نکتہ پر نہیں جاتی ہے کہ یہ زمین اور آسمان اور اس کے درمیان کی فضائیں، یہ بحر و بر، یہ دشت و جبل، یہ تری اور خشکی، جنکو ہم اپنے علم اور عقل کے زور پر اپنے قبضہ میں لانا چاہتے ہیں اور ہماری تمام علمی اور عملی صلاحیتیں انھیں میں خرچ ہوتی ہیں، یہ درحقیقت خداوندی لشکر ہیں۔ آج یہ چیزیں ہماری راحت اور عیش و عشرت کا (باقی ص پر دیکھیے)

کلام خیر الانام

مولانا محمد ایوب اعظمی

عن أبی امامۃ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من یبایع؟ فقال ثوبان مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بایعنا یا رسول اللہ قال علی أن لا تسألوا أحدا شیئا قال ثوبان فما لہ یا رسول اللہ؟ قال الجنۃ، فقال فبایعہ ثوبان، الخ رواہ الطبرانی و اخرجہ أحمد وابو داؤد والنسائی۔

ترجمہ:- ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کون بیعت کر رہا ہے؟ حضرت ثوبان مولائے رسول نے عرض کیا کہ مجھے بیعت فرمالیجئے یا رسول اللہ حضور نے فرمایا کہ اس بات پر بیعت کرو کہ کسی سے کوئی سوال نہ کروگے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا تو اس کو کیا ملے گا؟ آپ نے فرمایا، جنت، چنانچہ حضرت ثوبان نے بیعت کرلی حضرت ابو امامہ فرماتے ہیں کہ میں نے ثوبان کو مکہ کی بھیڑ میں سواری کی حالت میں دیکھا کہ ان کا کوڑا گر جاتا اور کبھی تو وہ کسی آدمی کے کندھے پر گرتا اور وہ ان کو دینے لگتا مگر وہ نہ لیتے، تا آنکہ وہ خود سواری سے اتر کر اٹھاتے، مسند احمد، ابوداؤد اور نسائی میں حضرت ثوبان کی زبانی منقول ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ جو شخص مجھے اس بات کی ضمانت دے کہ وہ کسی سے کوئی سوال نہیں کرے گا تو میں اس کے لیے جنت کا ذمہ دار ہوں، حضرت ثوبان نے عرض کیا کہ حضور میں اس کے لیے تیار ہوں، اس کے بعد سے حضرت ثوبان کا یہ معمول ہوگیا کہ انھوں نے کبھی کسی سے کوئی سوال نہیں کیا حتی کہ اگر سواری پر ہوتے اور کوڑا گر جاتا تو کسی سے یہ بھی نہ کہتے کہ ذرا اٹھا دینا، بلکہ خود اتر کر لیتے،

اس روایت میں سوال نہ کرنے والے کے خاتمہ بالخیر کی بشارت کی طرف اشارہ ہے اور یہ مقصود ہے کہ ایسے شخص کا داخلہ جنت میں بغیر کسی عذاب کے اولین و فائزین کے ساتھ ہوگا، لیکن یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ اگر سوال نہ کرنے کی صورت میں جان جانے کا اندیشہ ہو تو سوال کرنا ضروری ہے، ایسی صورت میں اگر وہ بغیر سوال کے مرگیا تو گنہگار ہوگا، الضرورات تبیح المحظورات (ضرورتیں ممنوعات کو بھی مباح کر دیتی ہیں) کا مسئلہ سب کے نزدیک مسلم ہے۔

اس حدیث سے یہ بات بالکل صاف معلوم ہوتی ہے کہ جاں نثاران رسول، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر عمل کرنے کے لیے کس طرح تیار و مستعد رہا کرتے تھے، اگر کسی موقعے پر ان کو ارشاد نبوی کی کسی ادنیٰ مخالفت کا شبہ اور وہم بھی ہو جاتا تو وہ اس سے اجتناب و پرہیز ضروری سمجھتے تھے، چنانچہ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کا سواری سے گرے ہوئے کوڑے کا نہ مانگنا صرف اس بناء پر تھا کہ اس میں ارشاد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کا وہم ہوتا ہے، ورنہ ظاہر ہے کہ یہ بات اس سوال کے تحت نہیں جس پر انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔

شریعت اسلامیہ نے اس بات کی انتہائی کوشش کی ہے کہ بلا ضرورت کوئی کسی سے سوال نہ کرے علماء نے لکھا ہے کہ جس کے پاس ایک دن کا کھانا ہو اور ستر پوشی کے لیے کپڑا ہو تو اس کے لیے سوال کرنا حرام ہے حتی کہ اگر بالکل ہی نادار ہے لیکن تندرست و توانا ہے اور کسب و کمائی پر قادر ہے تو صحیح مسلک یہ ہے کہ اس کے لیے بھی سوال کرنا حرام ہے، البتہ زکوٰۃ کا پیسہ ان لوگوں کے لیے جائز و حلال ہے، مگر سوال کرنا پھر بھی جائز نہیں یعنی مصرف زکوٰۃ ہونا اور چیز ہے اور سوال کرنا اور چیز، اس لیے کہ ایک شخص مصرف زکوٰۃ ہوتے ہوئے بھی سوال نہیں کرسکتا

سوال کرنے کے باب میں نہایت شدید وعیدیں احادیث میں وارد ہیں، ایک حدیث میں آتا ہے کہ جو شخص بغیر فاقہ کے سوال کا دروازہ کھولے گا، اللہ تعالے اس پر طرح طرح کی حاجتوں کا دروازہ کھول دیں گے، یعنی اس کی حاجت کبھی پوری نہ ہوگی، اور حضور نے فرمایا کہ اگر یہ معلوم ہو جائے کہ سوال کرنے میں کتنی ذلت و خرابی ہے تو کبھی کوئی کسی کے پاس سائل بن کر نہ جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر عمل کرنے والے ہمیشہ اور ہر زمانے میں سوال کی لعنت سے محفوظ رہے۔ انھوں نے علم کے ساتھ عمل کا جو نمونہ پیش کیا اس کے لیے تنہا حضرت ثوبان کا واقعہ کافی ہے۔

عن ابن عمر رضی اللہ عنہ أنہ قال: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعطینی العطاء فاقول أعطہ من ھو افقر الیہ منی، فقال خذہ، اذا جاءک من ھذا المال شئ وانت غیر مشرف ولا سائل فخذہ وتمولہ وان شئت کلہ وان شئت تصدق بہ وما لا فلا تتبعہ نفسک الخ، متفق علیہ

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کچھ عطا فرما رہے تھے یعنی میرے عمل کی اجرت مجھے دے رہے تھے، میں نے عرض کیا حضور مجھ سے زیادہ کسی ضرورتمند کو دے دیجئے، آپ نے فرمایا لے لو، جب تم کو یہ مال بغیر کسی حرص و طمع اور بلا کسی سوال کے ملے تو اسے لے کر تمول حاصل کرو، اس کے بعد اگر جی چاہے تو خود کھاؤ یا خیرات کردو، البتہ جو مال اس طرح نہ ملے تو اس کے پیچھے نہ پڑو سالم فرماتے ہیں کہ ابن عمر کا دستور یہ تھا کہ کسی سے کچھ مانگتے نہیں تھے اور بغیر مانگے ہوئے کوئی کچھ دیدیتا تو واپس بھی نہیں کرتے تھے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بغیر طمع و سوال کے اگر کچھ ملے تو اس کو لے لینا چاہئے، لیکن اگر اس طرح نہ ملے تو اس کے پیچھے نہ پڑے۔ یعنی اس کی طلب میں محنت و مشقت نہ اٹھائے۔ بعض روایتوں میں ہے کہ بلا طلب و سوال اگر ملے تو لے لینا چاہئے اس لیے کہ اس کا واپس کرنا انعام و عطا کی ناقدری ہے، امام احمد بن حنبل کا یہ واقعہ مشہور ہے کہ انھوں نے ایک روز بازار میں کچھ سامان خریدا اور مزدور سے اس کو گھر لائے، اسوقت گھر میں کچھ روٹیاں رکھی ہوئی مزدور نے دیکھ لیں، امام احمد نے اپنے لڑکے سے کہا کہ ایک روٹی مزدور کو دے دو، لڑکا دینے لگا تو اس نے لینے سے انکار کر دیا۔ جب مزدور جانے لگا تو امام احمد نے پھر کہا کہ اب لیجا کر دیدو، لڑکے نے لیجا کر دیا تو اس نے قبول کر لیا لڑکے کو اس بات پر تعجب ہوا تو اس نے امام موصوف سے اس کا سبب دریافت کیا، امام احمد نے فرمایا کہ مزدور جب سامان لیکر آیا تھا اور گھر کی روٹیوں پر اس کی نگاہ پڑی تو اس کے دل میں طمع اور لالچ پیدا ہوگئی تھی اس لیے اس وقت لینے سے انکار کر دیا لیکن جب وہ واپس ہوا تو مایوس ہو چکا تھا اور اس کا اشراف نفس ختم ہو چکا تھا اس لیے اس وقت ملنے پر اس نے قبول کر لیا۔

غور کرنے کا محل ہے کہ ایک وہ زمانہ تھا جبکہ مزدور جیسے عوام الناس کا یہ حال تھا، افسوس کہ اب یہ حال تو خواص کا بھی نہ رہا اور اب ہم سوال اور اشراف نفس کو ذرا بھی عیب کی بات نہیں تصور کرتے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوال کی ممانعت سے جاں اور بہت سے (بقیہ ص پر دیکھیے)

برائے "تعمیرِ حیات"

پیامِ نو بہ نو

تضمین بر غزل سلطان المشائخ حضرت سلطان نظام الدین اولیا محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ

از دانش حرم حمید صدیقی لکھنوی

حدیثِ شوقِ دلِ غزیمم بغایتِ احترام برخواں
بہ آہِ سرد و بہ اشکِ پیہم، بہ دَرد و سوزِ تمام برخواں
صلواۃ بر خواجۂ دو عالم، بحسب وقت و مقام برخواں
صبا بسوئے مدینہ رو کن اَزیں دعا گو سلام برخواں
بگردِ شاہ رُسل بگرد و بصد تضرّع پیام برخواں

منارہ ہائے بلند و بالا، حریفِ اوجِ مہ و ثریّا
ببیں کہ آں قبۂ معلّیٰ چہ حُسن دارد چہ رنگِ زیبا
بچشمِ شوقم بکن تماشا، بصد ادب می خرام ہر جا
بباب رحمت گہے گذر کن، بباب جبریل گہہ جبیں سا
سلام رَبّی علیٰ حبیبیؐ گہے بباب السلام برخواں

بچشمِ مشتاق من نہ سنجد بہار جنّت بخاکِ آں کو
خدا بہر لحظہ می فزاید نزول رحمت بخاکِ آں کو
کہ فخرِ عالم حبیبِ حق محو استراحت بخاکِ آں کو
بنہ بچندیں ادب طرازی سرِ ارادت بخاکِ آں کو
صلوٰۃِ وافر بہ رُوحِ پاکِ جنابِ خیرالانام برخواں

بشام "والّیل" گر بخوانی بحُسنِ تکرارِ اندراں جا
بصبح "والفجر" وِرد کن ہم بذوقِ بسیار اندراں جا
غبارِ آئینۂ خودی را زپیش بُرد ار اندراں جا
بشوزِ مَن صورت مثالی نماز بگذار اندراں جا
بلحنِ خوش "سورۂ محمّدؐ" تمام اندر قیام برخواں

گدائے دَربارِ مصطفےٰ شو، ثنا گرِ شاہِ ہَل اتیٰ شو
دلِ حمیدِ حزیں بگیر و نثارِ محبوبِ کبریا شو
بسازِ شوقم، بسوزِ جانم، بصد ترنم غزل سرا شو
بلحنِ داؤد ہمنوا شو، بنالۂ دَرد آشنا شو
بہ بزمِ پیغمبرؐ ایں غزل راز عبدِ عاجز، نظام برخواں

از: سعید الاعظمی ندوی

امریکہ میں اسلام کیسے پہونچا

دو مخلص مسلمانوں کی کوششوں سے ڈیڑھ لاکھ نیگرو مشرف بہ اسلام ہوئے

کام کا آغاز

نیویارک کے محلہ "ہارلیم" میں جو خالص سیاہ فاموں کا محلہ سمجھا جاتا ہے، ۱۹۳۱ء میں ایک مذہبی تحریک رونما ہوئی، اس تحریک کے بانی دو مخلص مسلمان تھے ان میں سے ایک صاحب خالص حبشی تھے جو ٹنگاگو کے اصل باشندے تھے ان کا نام صوفی عبدالحمید تھا، دوسرے صاحب ایک مصری عالم تھے جو حافظ مندلی کے نام سے مشہور تھے، صوفی عبدالحمید نے امریکہ سے باہر شرق اوسط کے بعض ممالک میں بھی کچھ وقت گذارا تھا اور مذہبی تعلیم کے علاوہ عربی کی تعلیم بھی حاصل کی تھی۔ حافظ مندلی بھی ایک بڑے عالم تھے، اسلامی علوم پر ان کی نگاہ بہت وسیع تھی۔

ان دونوں مسلمانوں نے نیویارک میں اسلامی دعوت کا علم بلند کیا، اور امریکہ کے بہت سے عیسائیوں کو اسلام کی دعوت سے روشناس کرایا اور ان کو اسلام سے قریب کرنے اور اس کی خوبیوں سے آشنا کرنے میں اپنی ساری صلاحیتوں کو صرف کرتے رہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ امریکہ کے جتنے عیسائیوں نے اسلام قبول کیا ان میں سے اکثر کے مسلمان ہونے کا سہرا انھیں بزرگوں کے سر ہے۔

تین اسباب

اس تحریک کی کامیابی کے تین اسباب بتائے جاتے ہیں۔

۱۔ اسلامی شریعت کے سارے اصول کا انتہائی آسان اور قابل فہم ہونا، جس کی وجہ سے اس پر غور کرنے والے کے لیے یقین کرنا بہت سہل ہو جاتا ہے۔

۲۔ ہر امریکی کو اس بات کی پوری آزادی حاصل ہوتا کہ وہ مذہب کے معاملے میں بالکل آزاد ہے، جو مذہب اس کو پسند آئے اسے اختیار کرے،

۳۔ اسلامی برادری میں قومی اور وطنی تفرقی کا نہ ہونا، ہارلیم میں رہنے والے حبشیوں کے لیے جو چیز سب سے زیادہ اسلام کی طرف مائل کرنے والی اور ان کو اپیل کرنے والی تھی۔ وہ مساوات اور اسلامی برادری میں کسی طرح کی قومی، وطنی، لسانی، جنسی تفرقی کا نہ ہونا تھا۔

سادہ طریقۂ کار

اسلامی دعوت کی اس تحریک کے علمبردار ان دونوں بزرگوں کی تبلیغ کا طریقہ یہ تھا کہ صوفی عبدالحمید بازار یا کسی عام راستہ میں ایک میز پر کھڑے ہو جاتے، اور دعوتی تقریر کا سلسلہ شروع کر دیتے۔ لوگ ان کی آواز سن سن کر کافی تعداد میں وہاں جمع ہوتے۔ جب مجمع بہت بڑا ہو جاتا تو حافظ مندلی قرآن کریم کی تعلیمات کا آغاز کرتے تھے، اور پھر یہ دونوں بزرگ لوگوں کو دینی وعظ میں شرکت کرنے کی دعوت دیتے، دینی وعظ اور درس کے لیے ان کا ایک مخصوص مرکز تھا وہاں لوگوں کو بلاتے تھے۔

زبردست کامیابی

چنانچہ پانچ سال کے قلیل عرصہ میں اس کوشش کا نتیجہ یہ ہوا کہ صرف مرکز کے درس اور وعظ میں مستقل شرکت کرنے والوں کی تعداد تین سو ہو گئی جن میں سے ۲۴۰ دو سو چالیس افراد نے اسلام کی دعوت قبول کی اور مسلمان ہوئے۔

افسوس کہ ۱۹۳۷ء میں اسلامی تحریک کے بانی یہ دونوں ساتھی ایک ہی ہفتہ میں یکے بعد دیگرے چل بسے ایک ساتھی کا انتقال ہوائی جہاز کے حادثہ میں ہوا اور دوسرے نے ایک پیچیدہ بیماری میں جان جان آفریں کے سپرد کی۔

اس تحریک کے نتیجہ میں آج امریکہ میں صرف کالے مسلمانوں کی تعداد ڈیڑھ لاکھ سے متجاوز ہے اور انجمن تحریک اسلامی کی شاخیں امریکہ کے ۸۰ اسّی سے زیادہ بڑے بڑے شہروں میں موجود ہیں۔ اسی کے ساتھ شیکاگو اور ڈیٹرویٹ میں اس انجمن کے دو بڑے تعلیمی مدرسے اور متعدد مسجدیں ہیں

آوازۂ حق تبکدہ میں

انجمن کی طرف سے شائع ہونے والے اخبار کا نام بھی اسلامی ہے، یعنی "محمد کی آواز" یہ اخبار ناظرین کو دینی معلومات اور مسائل وغیرہ سے باخبر کرتا رہتا ہے۔

نیویارک یا شکاگو میں انجمن کا جب کبھی کوئی بڑا جلسہ ہوتا ہے تو ہر طرف بڑے بڑے بورڈ لگے ہوئے دکھائی پڑتے ہیں جن پر "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" لکھا ہوتا

ب۔

امریکہ کے یہ مسلمان ضروریات زندگی میں استعمال ہونے والی چیزوں کو مسلمانوں ہی کی دکانوں سے خریدتے ہیں اور یہ مسلمان دکان دار ان چیزوں کو مسلمان تاجروں سے حاصل کرتے ہیں، کھانے کے ہوٹل بھی ان مسلمانوں کی زیر نگرانی چلتے ہیں، جہاں ہر طرح حرام کی آلائش سے محفوظ کھانے مہیا ہوتے ہیں۔

امریکہ کے ان سیاہ فام مسلمانوں نے تعلیم و تربیت کا ایک خاص پروگرام بنایا ہے اور اس پر وہ پوری تندہی اور اخلاص کے ساتھ عمل پیرا ہیں، اسلام کی نشر و اشاعت کے لیے ان کے بڑے بڑے مرکز ہیں جو دینی زندگی کے ساتھ مادی زندگی کی تنظیم کا کام بھی انجام دیتے ہیں۔ مثلاً اقتصادیات کی تنظیم وغیرہ،

اس طرح یہ عنصر امریکہ جیسے پرشور اور ہنگامہ خیز ملک میں رہتے ہوئے، ایک ایسے تعمیری دور کی ابتدا کر چکا ہے جو اس کے مستقبل کے لیے ایک ایسی لازوال دولت رکھتا ہے جو ہر وقت اس کی دسترس میں ہے اور جس کے لیے سچی پیاس اور طلب صادق شرط ہے۔

خیر الانام

بقیہ

مقاصد یہ تھے وہیں ایک ایسے پاک، خالص اسلامی معاشرہ کو وجود میں لانا تھا جو اس سوال جیسی گھناونی چیز سے بالکل پاک ہو، اس لیے کہ اس کی وجہ سے بہت سے نفسیاتی امراض معاشرہ میں پیدا ہوتے ہیں، مثلاً احساس کمتری، اونچ نیچ کی تفریق، حرکت و عمل کا فقدان وغیرہ،

ندوۃ العلماء کا عربی ماہنامہ

البعث الاسلامی

جو ۸ سال سے برابر شائع ہو رہا ہے

۸۰ صفحات ▲ اعلیٰ طباعت

نظر افروز سرورق

مستقل عنوانات کی ایک جھلک

التوجیہ الاسلامی ▲ الفقہ الاسلامی والمشکلات الحدیثۃ
اقتصادنا فی ضوء الاسلام ▲ فی رحاب الخارجین
فی ریاض الادب والشعر ▲ العالم الاسلامی وغیرہ

زیر ادارت:۔ محمد الحسنی ▲ سعید الاعظمی

دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

جدید حالات و مسائل میں راہِ عمل نکالنے کیلئے نبوت کی رہنمائی اور روشنی کی ضرورت ہے
خشک تنقید اور جامد تقلید سے قوم کا مسئلہ حل نہیں ہو سکتا

از: مولانا محمد تقی امینی
مجلس تحقیقات شرعیہ ندوۃ العلماء لکھنؤ

قومی و جماعتی زندگی کا مسئلہ تاریخ کے ہر دور میں مشکل اور نازک سمجھا گیا ہے، عروج کس مرحلہ پر پہنچ کر مائل بہ زوال ہوتا ہے اور زوال کن منزلوں سے گذر کر مائل بہ عروج ہوتا ہے یہ دونوں کس طرح ساتھ ساتھ چلتے ہیں، کب تک ان میں سمجھوتہ رہتا ہے، اور کہاں پہونچکر ان کی سرحدیں ایک دوسرے سے جدا ہو جاتی ہیں؟ یہ ساری بحثیں نہایت نفیس و شاندار ہیں

اس وقت میرے پیش نظر قومی و جماعتی زندگی کا وہ موڑ ہے جب اسکو ایک مقام سے ہٹ کر دوسرے مقام پر آنا پڑتا ہے ایک طرف کچھ پرانی یادگاریں ہوتی ہیں جن کی رعایت ضروری سمجھی جاتی ہے اور دوسری طرف زندگی کے نئے تقاضے اور مطالبے ہوتے ہیں جن کو معتدل انداز میں قبول کئے بغیر چارہ نہیں رہتا ہے۔

اگر پہلے سے بالکلیہ صرف نظر کر لی جائے تو یہ قومی خودکشی ہے اور اگر دوسرے سے غفلت برتی جائے تو جد و جہد کے میدان میں کوئی مقام حاصل ہونے کی توقع نہیں ہے۔

ہمارے مسلم معاشرہ اسی کشاکش میں مبتلا ہے، ایک طرف اس کے سامنے اسلامی روایات و اقدار ہیں جن پر اسکا ملی وجود قائم ہے اور دوسری طرف زندگی کی نئی تنظیم ہے جس نے اجتماعیت کا نقشہ ہی بدل دیا ہے۔

ایسے نازک موڑ پر رہنمائی کے لیے جس ثابت قدمی و فراخی کی ضرورت ہے وہ اس کو میسر نہیں ہے نتیجہ یہ ہے کہ انتہائی اضطراب و بے چینی کے عالم میں، نہ اپنی روایات کا اس کو ہوش ہے اور نہ زندگی کی نئی ضرورتوں کو سمیٹنے کا اس کو جوش ہے،

بدقسمتی سے رہنمائی کے لیے جو طاقتیں ابھری ہوئی ہیں وہ یا تو تقلیدی جمود میں مبتلا ہیں اور یا پھر خشک تنقید سے اپنی تسلی کئے ہوئے ہیں۔

جامد مقلدین کے سامنے جدید حالات و مسائل ہیں اور نہ اسلامی نظام حیات کی وسعت و فراخی ہے انہیں ایک محدود صورت میں چند جزئیات و فروع کا علم ہے اور انھیں کے نوک پلک درست کرنے میں وہ لگے رہتے ہیں

ادھر ناقدین خشک کا حال یہ ہے کہ تنقید برائے تنقید ان کا پیشہ بن گیا ہے اور راہ عمل تلاش کرنے کی ضرورت کا احساس ختم ہو چکا ہے، جب کبھی موجودہ حالات و مسائل کا ذکر آتا ہے تو خاص ٹیکنیکل انداز میں ان کا حل بیان کرتے ہیں لیکن وہ اس قدر لاینحل ہوتا ہے کہ قوم کا اٹھا ہوا قدم رک جاتا ہے اور اسلام ناقابل عمل نظر آنے لگتا ہے،

ظاہر ہے کہ رہنمائی کی ان دونوں شکلوں سے نہ کوئی بات بنتی ہے اور نہ قوم کا مسئلہ حل ہوتا ہے، جدید حالات و مسائل میں راہ عمل نکالنے کی قابل قبول صورت وہی ہے جو انبیاء علیہم السلام نے اپنے زمانہ کے حالات و مسائل میں اختیار کی تھی اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے نہایت تفصیل کے ساتھ اپنی کتاب حجۃ اللہ البالغۃ میں بیان کی ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے:

قوم کے پاس معاشرت و معاملات وغیرہ کے جو مراسم و قوانین ہوتے ہیں، انبیاء علیہم السلام ان میں اصلاحی اور انتفاعی نقطہ نظر اختیار کرتے ہیں اگر وہ مجموعی طور پر شریعت کی پالیسی اور رائے کلی کے مطابق ہوتے ہیں تو ان میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں کرتے ہیں بلکہ ان کو تقویت پہونچاتے ہیں اور لوگوں کو ان پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہنے کی تاکید کرتے ہیں۔

اور اگر وہ شریعت کی کل پالیسی کے مطابق نہیں ہوتے ہیں تو ایسی حالت میں یہی حضرات لوگوں کی مرغوبات و مالوفات کی حتی الامکان رعایت کرتے ہیں اور بالکلیہ ان کی ضد کی طرف دعوت نہیں دیتے ہیں، بلکہ مماثل و مشابہ چیزیں جو قوم میں رائج ہوتی ہیں ان کی طرف دعوت دیتے ہیں۔

ایک اور موقع پر حضرت شاہ صاحب کہتے ہیں:-

فما كان منها موافقاً لقواعد السياسة الملية وما كان منها قد دخلته التحريف فانها تغيره بقدر الحاجة، وما كان منها يريد أن يزداد فانها تزيد على ما كان عندهم

مروجہ رسم و قوانین میں جو باتیں صحیح اور ملی سیاست کے اصول کے مطابق ہوتی ہیں ان میں انبیاء علیہم السلام کوئی تبدیلی نہیں کرتے ہیں، بلکہ ان کی طرف دعوت دیتے اور قوم کو ابھارتے ہیں اور جو باتیں بری اور تحریف شدہ ہوتی ہیں تو بقدر ضرورت ان کی اصلاح کر دیتے ہیں اور جس میں زیادتی کی ضرورت ہوتی ہے، ان میں اضافہ کر دیتے ہیں۔

جن مبصرین نے انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات و تشریحات کا گہری نظر سے مطالعہ کیا ہے وہ اس حقیقت سے انکار نہ کر سکیں گے کہ ہدایت الٰہی کا مزاج "ازالہ" کا نہیں بلکہ "امالہ" کا ہے، نفرت و حقارت کا نہیں بلکہ افادہ و استفادہ کا ہے۔

جدید مسائل کے حل کرنے میں اس مزاج کی رعایت ضروری ہے اور اصلاحی و انتفاعی نقطۂ نگاہ ہی قوم کے لیے مفید بن سکتا ہے۔

ہمارا مقصد!

ہمارا مقصد یہ ہے کہ ہمارے تعلیم یافتہ لڑکے ایسے مہذب اور پابند مذہب ہوں کہ دوسروں پر اپنا اثر ڈال سکیں، طالب علموں میں دلیری و بلند ہمتی و عالی ظرفی و فراخ حوصلگی پیدا ہو جو بغیر اس قسم کے دارالعلوم کے حاصل نہیں ہو سکتی۔ علوم دینیہ خصوصاً علم کلام میں جس کی اس وقت نہایت ضرورت ہے، نہایت اعلیٰ درجے کا کمال پیدا کیا جائے تاکہ الحاد و دہریت کا مقابلہ پورے زور و قوت سے ہو سکے۔

مولانا سید محمد علی مونگیریؒ
بانیٔ ندوۃ العلماء

(شاہی برقی پریس لکھنؤ)

کھیل کر طوفان سے پا جاؤ گے ساحل کو تم

محمد ثانی حسنی

ارض بالاکوٹ پر اک دن ہوا میرا گزر
پاک خطے! تو سنا اپنی مجھے وہ داستاں
بولا! سن کر کیا کروگے داستانِ خونچکاں
میں ہوں بالاکوٹ جو ہے مخزنِ لعل و گہر
غازیوں کی سرزمیں ہوں اور شہیدوں کا جہاں
میں نے دیکھا ہے وہ منظر جو بتا سکتا نہیں
مجھ سے بڑھ کر غم زدہ تم ہو نہیں سکتے کبھی!
کچھ نہیں لیکن سنو تم اتنے غم سے فائدہ
شک نہیں اس میں ذرا بھی موت سبکو آئے گی
کتنے مرتے ہیں گھروں میں ابتر ایسے حال میں
رشک کے قابل وہی ہے جس نے حق پر جان دی
رحمتیں اللہ کی ان غازیوں پر بے شمار
دین کی خاطر انھوں نے دیں بہت قربانیاں
جان دے کر حق پہ سب کو دے گئے درسِ حیات
کوئی ان کے کارناموں کو مٹا سکتا نہیں
خون کا ہر قطرہ کہتا ہے زبانِ حال سے
شوکت و قوت ہے کیا یہ مال و زر کچھ بھی نہیں
زندگی وہ موت ہے جس میں نہ ہوں قربانیاں
عارضی ہے یہ جہاں کیسی خزاں کیسی بہار
زندگی اپنی بناؤ تم سراپا انقلاب
چاہتے ہو تم اگر اللہ کو راضی کرو!
سید احمدؒ اور اسماعیلؒ کیا بیکار تھے؟
یا یہاں دولت کی لالچ کھینچ لائی تھی انھیں
راحت و آرام کو وہ چھوڑ کر آئے تھے کیوں؟
دوسرے غازی بھی تھے کیا بے زر و اہل و عیال
میں سمجھتا ہوں کہ سارے آدمی تھے کام کے
جبکہ دیکھا گلشنِ اسلام پر آئی خزاں
ہو گیا اسلام جب جبر و تشدد کا شکار
کر دیا قربان حق پر راحت و آرام کو
ہیں ابھی موجود وہ ابھرے ہوئے نقشِ قدم
تو اُدب سے عرض یہ میں نے کیا باچشم تر
جس کے دامن میں ہیں سمٹیں سیکڑوں قربانیاں
آج تک آنسو بہاتے ہیں زمین و آسماں
ماہ پاروں کا ہوں مرکز مدفنِ شمس و قمر
چپہ چپہ پر مرے للٰہیت کے ہیں نشاں
کوئی سننے کی اسے اور تاب لا سکتا نہیں
رو چکا ہوں جس طرح، تم رو نہیں سکتے کبھی
ہائے واویلا غلط ہے چشم نم بے فائدہ
بچ نہیں سکتا ہے کوئی یہیں کرنے جائے گی
دل پھنسا رہتا ہے ان کا مال و زر کے جال میں
پی لیا جامِ شہادت مسکرا کر جان دی
بن گئے میرے مکیں جو چھوڑ کر اپنا دیار
چھوڑ کر کے مال و دولت، عیش، تن آسانیاں
کر دیا روشن انھوں نے نورِ حق سے کائنات
بجھو لنا چاہے اگر پھر بھی بجھا سکتا نہیں
نکلو تم للہ قیل و قال کے جنجال سے
بے خدا شام و سحر، علم و ہنر کچھ بھی نہیں
ہیچ ہے یہ عیش کوشی، ہیچ تن آسانیاں
زندگی سے پیار چھوڑو موت سے ہو ہم کنار
یہ جہاں ظلمت کدہ ہے بن کے نکلو آفتاب
فکر جان و مال کو پھر قضا سے مت ڈرو!
زندگی سے یا وہ اپنی ناخوش و بیزار تھے؟
یا حکومت کی طمع اور حرص لائی تھی انھیں؟
اور ہو کر بے وطن تیر و تبر کھائے تھے کیوں؟
ہر طرف ان کے نہیں تھا کیا کبھی دنیا کا جال؟
ہاں مگر تھے عاشقِ صادق خدا کے نام کے
کفر تک لینے لگا اسلام کی جب چٹکیاں
تنگ مسلم پر ہوا جب ہند کا سارا دیار
جان دے کر کر گئے زندہ خدا کے نام کو
خون سے اب تک ہے بالاکوٹ کی مٹی بھی نم
نقشِ پا پر ان کے چل کر پاؤ گے منزل کو تم
کھیل کر طوفان سے پا جاؤ گے ساحل کو تم

محمد سالم ہسوی

مولانا سیّد عبد السلام ہسوی رح

ایک گمنام شیخ طریقت اور عارف باللہ

ولادت

مولانا سید عبد السلام رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ۱۲۵۳ھ مطابق ۱۸۳۷ء قصبہ ہنسوہ ضلع فتحپور (یو.پی) میں ہوئی آپکا تاریخی نام سید "ریاض الحسن" رکھا گیا لیکن بعد میں عبد السلام کے نام ہی سے شہرت ہوئی۔ آپ کے والد مولانا شاہ ابو القاسم صاحب حضرت شیخ غلام علی مجددی دہلویؒ کے خلیفہ مجاز اور عم محترم مولانا سید سراج الدین احمد حضرت سید احمد شہید کے خلیفہ مجاز تھے۔

تعلیم

ابتدائی دینیات اپنے عم بزرگوار مولانا سید سراج الدین احمدؒ سے اپنے وطن ہنسوہ میں پائی پھر لکھنؤ تشریف لے گئے اور مولانا شیخ نور الدینؒ کاکوروی اور مولانا معینؒ صاحب لکھنوی نیز مولانا محمد شکورؒ صاحب مچھلی شہری سے کسب علوم کیا اس کے بعد دہلی تشریف لے گئے اور حضرت مولانا شاہ عبد الغنیؒ صاحب مجددی محدث دہلوی سے تکمیل علوم دینیہ فرمائی اس کے بعد حجاز مقدس کا سفر فرمایا اور شیخ المحدیث شیخ احمدؒ دحلان کی شافعی سے سند حدیث حاصل فرمائی اور فائز المرام ہوکر وطن تشریف لائے زمانہ قیام دہلی میں مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رح اور مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کے ہم سبق رہے۔

سلوک

تعلیم سے فراغت فرماکر اپنے والد سے تربیت سلوک حاصل کی اور ایک عرصہ تک آپ کے پاس رہے والد صاحب کے انتقال کے بعد دوبارہ دہلی تشریف لے گئے اور مولانا شاہ احمد سعیدؒ صاحب مولانا شاہ ابو سعیدؒ صاحب سے تین سال تک ان کی خدمت بابرکت میں رہ کر سلوک کی تکمیل کی اور کمال ظاہر و باطن سے آراستہ ہوکر اپنے وطن تشریف لائے، سفر حجاز میں حضرت شیخ علی بن یوسف سے دلائل الخیرات کی اجازت حاصل کی۔

دینی خدمات، و اوصاف

مولانا عبد السلام رحمۃ اللہ علیہ کو فقہ میں خصوصی مہارت حاصل تھی افتار کا کام بھی انجام دیتے تھے آپکی ذات گرامی قصبہ و اطراف قصبہ نیز صوبہ پنجاب و بنگال اور حیدر آباد میں مرجع خلائق بنی ہوئی تھی، قلمی رسائل میں ایک درجن سے زیادہ تصانیف علمی یادگار ہیں مولانا بڑے عابد و زاہد اور علم و عمل کے جامع تھے طاعت و عبادت کا ذوق، احتیاط، کم سخنی، صلح پسندی میانہ روی، قناعت و عفاف، زہد و استغنا، ایثار ہمدردی میں ممتاز تھے اپنے جانی دشمن سے بھی انتقام نہ لیتے تھے اور اپنے دوست و محب سے بھی مداہنت نہ برتتے تھے۔ حسد، طعن و تشنیع اور طنز و تنقید سے بہت دور تھے حق کے سامنے اپنی بات کو واپس لینے میں بالکل عار نہ تھا، تواضع سے پیش آتے اور شہرت سے پرہیز فرماتے۔

مولانا عبد الشکور صاحبؒ کے والد حافظ محمد ناظر علی صاحب جو مولانا عبد السلامؒ سے بیعت تھے بیان کرتے ہیں کہ "فتحپور کا انگریز جج بھی مولانا کا معتقد تھا۔ ایک مرتبہ مولانا سے ملنے آیا اور احتراماً اپنی ہیٹ اتار کر ہاتھ میں لے لی۔ انگریز افسروں کا قاعدہ تھا کہ جہاں کہیں کوئی بزرگ ہوتا وہ بہت اہتمام سے ان سے ملتے اور دعا کرواتے اس انگریز جج نے مولانا سے کہا کہ آپ مجھے کچھ نصیحت فرمائیں، مولانا نے فرمایا کہ کسی پر ظلم نہ کرنا۔ وہ انگریز یہ جواب سنکر کچھ کبیدہ خاطر ہوا اور اجازت لیکر چلا گیا اور مولانا ناظر علی سے جو اس وقت تحصیلدار تھے جاکر کہا کہ تمہارے پیر نے آج سب کے سامنے میری توہین کی ہے۔ ناظر علی صاحب دوسرے دن مولانا عبد السلامؒ سے ملے۔ وہ مولانا کے بے تکلف خادم تھے، کہنے لگے کہ مولانا آپ بعض وقت آدمی کو نہیں دیکھتے اور بہت صاف بات کر دیتے تھے۔ مولانا عبد السلامؒ نے نرم لہجہ میں کہا کہ میں نے تو کچھ نہیں کہا (مولانا ہمیشہ بہت نرم لہجہ میں اور آہستہ گفتگو فرماتے تھے) میں نے تو صرف اتنا کہا تھا کہ ظلم نہ کرنا۔ ناظر علی صاحب واپس چلے گئے اور چند روز کے بعد معلوم ہوا کہ جج صاحب معطل کر دیئے گئے۔ مولانا ناظر علی نے محسوس کیا کہ انگریز نے مولانا کو آزردہ کر دیا ہے اور یہ اسی کا نتیجہ ہے فوراً مولانا کے پاس آئے اور کہا کہ مولانا آپ نے اس کے حق میں بددعا کر دی، مولانا نے کہا میں نے تو بددعا نہیں کی۔ ناظر علی صاحب نے کہا کہ حضرت معاف کر دیں اور دعا کر دیں، مولانا نے فرمایا میں نے معاف کر دیا، لیکن اس سے کہو کہ صدقہ خیرات کرے، انگریز نے خوب صدقہ کیا اسی شام کو بحالی کا حکم آگیا۔

معمولات اور پابندی اوقات

مولانا معمولات کے اسقدر پابند تھے کہ ان کا کوئی وقت ضائع نہ ہوتا تھا۔ پچھلی شب کو بیدار ہوتے اور ذکر و مراقبہ میں مشغول رہتے پھر جامع مسجد تشریف لے جاتے اور نماز کے وقت تک مشغول رہتے۔ نماز اشراق تک معمولات جاری رہتے۔ نماز اشراق کے بعد اپنے اہل تعلق اور مریدین کیطرف متوجہ ہوتے اور انکو وعظ و نصیحت فرماتے۔ پھر تلاوت کلام پاک میں مشغول ہوجاتے۔ ظہر سے عصر تک درس دیتے۔ عصر کی نماز کے بعد واپس آتے اور مجلس میں رونق افروز ہوتے، مجلس میں ایسا محسوس ہوتا تھا کہ آپ بے تکلف بیٹھے ہیں، اگر انشراح ہوتا تو مفید گفتگو فرماتے اور سوالات کے جوابات دیتے۔ مغرب کے بعد کا وقت مطالعہ و تصنیف اور افتار میں گزرتا۔ نماز عشار کے وقت تک یہی سلسلہ جاری رہتا بعد نماز عشار جلدی سے سوجاتے۔ صاحب نزہۃ الخواطر نے مولانا کے معمولات کا بہت تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

تلامذہ

مولانا کے تلامذہ میں درج ذیل حضرات کے نام قابل ذکر ہیں:۔

(۱) مولانا عبد الرحمن صاحب بنگالی (۲) قاری عبد الرحمن صاحب پانی پتی (۳) فضیلت مآب مولانا محمد صادق صاحب مدراسی (۴) مولانا حکیم سید عبد الحی صاحب سابق ناظم ندوۃ العلماء لکھنو (۵) مولانا سید ابو القاسم صاحب ہسوی مجاز بیعت حضرت گنگوہیؒ (۶) حاجی واحد علی وحید ہسوی (۷) مولانا حفیظ الدین کلیانوی (۸) مولانا احمد حسین صاحب کیولا

خلفار میں

مولانا حکیم امین الدین صاحب، حافظ ناظر علی صاحبؒ کاکوروی، مولانا سید نجم الدین صاحب اکبر آبادی (آگرہ) فتحپور ہسوہ محمد محسن صاحب محسن کاکوروی (مدفن فتحپور ہنسوہ) قابل ذکر ہیں۔

وفات

یہ آفتاب علم و رشد سیکڑوں اللہ کے بندوں کی ہدایت کا ذریعہ بن کر بالآخر غروب ہونے کو آیا۔ پشت پر ایک پھوڑا (دنبل) نمودار ہوا جو آہستہ آہستہ خطرناک شکل اختیار کر گیا۔ مختلف علاج ہوئے۔ پھوڑے کا آپریشن بھی ہوا مگر قضا و قدر کے فیصلے کچھ اور ہوچکے تھے آخر ۲۴ شوال روز یکشنبہ ۱۲۹۹ھ مطابق ۱۸۸۲ء کو مولانا نے داعی اجل کو لبیک کہا اور یہ شمع ہمیشہ کے لئے گل ہوگئی۔

عربی کھجور

: مولانا محمد رابع حسنی ندوی :

کھجور عرب کا سب سے زیادہ پیدا ہونے والا درخت ہے بلکہ اس درخت کا اصل وطن جزیرہ نمائے عرب ہی کو قرار دیا جا سکتا ہے، یہ اصلاً گرم خطوں کا پودا ہے اس کے باغات جو النخیل کہلاتے ہیں۔ جزیرہ نما کی وادیوں اور چشموں کے گرد بکثرت ہوتے ہیں، جزیرہ نما کی زمین اس درخت کے لئے سب سے زیادہ موزوں ہے۔ یہ حجاز، حضرموت، عمان اور بادیۃ العراق کے مشرقی حصہ میں شط العرب کے کناروں پر بکثرت ہوتا ہے (شط العرب جنوبی عراق کا وہ حصہ ہے جس میں دجلہ اور فرات ..... دونوں اکٹھا ہوکر بہتے ہیں اور وہ جزیرہ نمائے عرب کا شمالی مشرقی کنارہ ہے جسکو جزیرہ نما کے حلقہ میں بھی شامل سمجھا جا سکتا ہے) حضرموت کی وادیوں میں یہ خود بخود پیدا ہوتی ہیں۔ حجاز میں سب سے اچھی کھجوریں مدینہ منورہ کی ہوتی ہیں، اور وہاں اس کی تقریباً سَو قسمیں ہوتی ہیں۔

ساری دنیا میں سب سے زیادہ کھجور شط العرب (عراق) میں پیدا ہوتی ہیں، دنیا کی تقریباً اسی فیصدی کھجور کی ضرورت انہی کھجوروں سے پوری ہوتی ہیں۔ اگر عراق کی کھجوروں کو جزیرۃ العرب سے علیحدہ کر دیا جائے، تو دنیا میں کھجور کے درختوں کی کثرت میں جزیرۃ العرب کا نمبر چوتھا ہے جب کہ عراق کا پہلا نمبر ہے، عراق میں اس کے سوا تین کروڑ اور جزیرۃ العرب میں اس کے چالیس لاکھ درخت ہیں۔

عمان، یمامہ اور حجاز میں بھی کھجور بکثرت پیدا ہوتی ہے، اس کی کثرت کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ صدقہ فطر میں غلہ کا اس کو تبادل قرار دیا گیا ہے یمامہ میں اس کی کثرت کا اندازہ اس جملہ سے کیا جا سکتا ہے

"وجدت العلم ببغداد اكثر من الجريد باليمامة"

اور عربی محاورہ ہے: "كناقل تمر الى هجر"

(جیسے مقام ہجر میں کھجوریں لے جانے والا)

ہجر یمامہ سے متصلاً مشرق میں احسار کی ایک بستی تھی، جہاں کھجور بکثرت پیدا ہوتی ہے، کھجور بھی نر اور مادہ ہوتی ہے، مادہ کھجور عموماً تلقیح کے بعد پھل دیتی ہے کھجور کا ایک درخت بیج ڈالنے کے پندرہ سال بعد پھل دینا شروع کر دیتا ہے اور ایک سال میں عموماً چالیس سے پچاس کیلوگرام تک پھل دیتا ہے۔ اس کے درخت کی بلندی عموماً بیس سے تیس میٹر تک ہوتی ہے اور اس کی عمر عموماً سَو سے دو سَو سال تک ہوتی ہے۔ کھجور کا پھل جب کچا ہوتا ہے تو بلح کہلاتا ہے اور جب پکا اور کھانے میں لذیذ ہوجاتا ہے تو رطب کہلاتا ہے۔ اور جب خشک اور باسی ہوجاتا ہے تو تمر کہلاتا ہے اور جب پرانا اور تقریباً خراب ہوجاتا ہے تو حشف کہلاتا ہے، قرآن مجید میں ہے:۔

وهزى اليك بجذع النخلة تساقط عليك رطباً جنياً (مریم)

(ترجمہ) اور ہلا اپنی طرف، کھجور کی جڑ جس سے گرے گی تجھ پر پکی کھجوریں۔

کھجور کی سیکڑوں انواع اور اقسام ہیں ان میں سے بعض اتنی معمولی ہوتی ہیں کہ صرف اونٹوں کو کھلائی جاتی اور بعض اتنی میٹھی ہوتی ہیں کہ شکر اور گڑ کے قائم مقام ہوتی ہیں اور ان کی جگہ استعمال کی جاتی ہیں اور بعض بڑی نفیس اور لذیذ ہوتی ہیں کہ دنیا کا کوئی پھل شاید ہی ان کا مقابلہ کر سکے، کھجور عربوں کی غذا کا اہم ترین جزو ہے وہ اس کے مختلف حصوں سے بے شمار کام لیتے ہیں کھجور کی لکڑی، اس کے پتے، کھجور کا پھل اور اس کی گٹھلی یہ سب ان کی زندگی میں مختلف ضروریات پوری کرتے ہیں، کھجور عربوں کی زندگی میں اس طرح داخل ہوگئی تھی کہ بہت سی چیزوں کی مثال اس سے دی جاتی ہے۔

جب کوئی شخص خراب مال بھی دے اور ڈنڈی بھی مارے یا اس سے ملتا جلتا بددیانتی کرے معاملہ کرے تو کہتے ہیں:۔

"احشفا وسوء كيلة"

(ایک تو ردی کھجور اور اس پر تول کی کمی مستزاد)

کھجور باسانی حاصل ہوجانے میں ضرب المثل ہے، ایک شاعر کہتا ہے:۔

لا تحسب المجد تمرا انت آكله

(ترجمہ) مجد و شرف کو کھجور نہ سمجھو جس کو تم کھاتے رہتے ہو)

کھجور کے ہر شکل میں اور ہر حیثیت سے نفع بخش ہونے کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کو اس سے تشبیہ دی، بخاری شریف میں ہے:

عن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان من الشجرة شجرة لا يسقط ورقها وانها مثل المومن فحدثونى ماهى قال فوقع الناس شجر البوادى قال عبد الله ووقع فى نفسى انها النخلة فاستحييت ثم قالوا حدثنا ماهى يا رسول الله قال هى النخلة (كتاب العلم)

(حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ درختوں میں ایک ایسا درخت بھی ہے جس کا پتہ گرتا نہیں مومن کی مثال بالکل اسی درخت کی ہے، صحابہ کرام سے فرمایا کہ بتاؤ وہ کون سا درخت ہے حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ لوگ جنگل و بادیہ کے مختلف درختوں کے تعلق سوچنے لگے اور میرے دل میں یہ آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے لیکن مجکو بتاتے ہوئے شرم معلوم ہوئی۔ پھر صحابہ کرام نے عرض کیا کہ یارسول اللہ آپ ہی فرمائیے وہ کونسا درخت ہے، آپ نے فرمایا وہ کھجور کا درخت ہے)

کھجور کی اقسام میں سے عجوہ کی تعریف حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادہ فرمائی ہے اور اس کو زہر اور سحر میں مفید قرار دیا ہے فرمایا:۔

من تصبح كل يوم سبع تمرات عجوة لم يضره فى ذالك اليوم سم ولا سحر (بخاری کتاب الاطعمہ)

جو شخص روزانہ صبح کو سات عجوہ کھجور کھائے تو اس دن اس کو کوئی زہر اور جادو نقصان نہیں پہونچا سکتا۔

کھجور کے بعض اجزاء سے قلت اور کثرت اور شدت و غیر شدت کے موقعوں پر مثالیں بھی دی جاتی ہیں جیسے قرآن مجید میں قطمیر، نقیر اور فتیل کے الفاظ آتے ہیں (قطمیر اس جھلی کو کہتے ہیں جو کھجور کی گٹھلی پر چڑھی ہوئی ہوتی ہے، نقیر اس نقطہ یا گڈھے کو کہتے ہیں جو کھجور کی گٹھلی کے ایک طرف پر ہوتا ہے اور فتیل اس دھاگے کو کہتے ہیں جو کھجور کی گٹھلی کے کٹاؤ میں پڑا ہوتا ہے)۔

جزیرۃ العرب میں کھجور جس افراط سے ہوتی ہے اس کے بعد یہ بات قطعی ہے کہ جزیرۃ العرب کے شاداب مقامات میں شاید ہی چند مقامات ایسے ہوں جہاں کھجور نہ پیدا ہوتی ہو۔ حجاز کے متعلق کہا گیا ہے کہ چھ ہزار فٹ سے کم بلند کوئی بھی شاداب خطہ ایسا نہیں ہے جہاں کھجور نہ پیدا ہوتی ہو کھجور گرم پیدا ہونے کی وجہ سے بلند مقامات پر نہیں ہوتی کھجور کی کثرت کی وجہ سے جزیرۃ العرب اور صحرائی علاقے کے ہر شاداب اور زرخیز مقام کو نخلستان کہتے ہیں، نخلستان کے لفظ سے کسی جگہ کو صرف کھجور کا باغ نہیں سمجھنا چاہئے کھجور کے باغ کو نخیل کہتے ہیں، عربی میں نخلستان کے لیے "واحۃ" کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔

کھجور کے علاوہ اور بہت سے پھل بھی جزیرۃ العرب

(بقیہ ص ۱۳ پر دیکھئے)

ترجمہ: مولوی احمد گجراتی

از: الحاج عبدالرحمٰن عبدالقادر فودلی

ایک صحرائی سفر

اپریل ۱۹۴۴ء میں اسپین کے ایک باہمت اور نوجوان تاجر نے حج کا سفر کیا اور اپنے اس دلچسپ و پرکیف سفر کی روداد بھی قلمبند کی ذیل میں اس کا ایک اقتباس پیش کیا جا رہا ہے جس سے اس سفر کی دشواریوں اور زحمتوں کا کچھ اندازہ ہوتا ہے

ٹرک میں خرابی

دو گھنٹہ سفر کرنے کے بعد ایک چٹیل میدان میں ٹرک کے بگڑنے سے سفر اچانک رک گیا، ڈرائیور اور کلینر دونوں مشین کی خرابی معلوم کرنے میں مشغول تھے اور کئی گھنٹہ سے مسلسل کوشش کر رہے تھے۔

سورج سر پر آگیا تھا اور اپنی گرم کرنوں سے گویا آگ برسا رہا تھا۔ قریب میں ادھر اُدھر کئی میل تک کوئی گاؤں یا قصبہ نہیں تھا۔ آدمی کو بے ہوش کر دینے والی اس سخت دھوپ میں اور اس تپتے ہوئے ریگستان میں چند کانٹوں کے اور چند چھوٹے پودوں کے سوا کسی بڑے درخت کے سائے میں پناہ لینے کے لیے کوئی سامان نہ تھا۔

دھوپ کے سایہ میں

ڈرائیور ٹرک کے نیچے گھس کر مشین کھولنے میں مشغول تھا اور ہم لوگ دھوپ میں جھلس رہے تھے۔ اس ناقابل برداشت دھوپ میں سر چھپانے کے لیے بھی کوئی جگہ نہ تھی آخرکار ٹرک سے ایک بڑی دری نکال کر کانٹے کے ایک چھوٹے سے پودے پر رکھ کر سورج کی آڑ کر لی اور پیروں کو دھوپ میں رکھ کر اور منہ چھپا کر لیٹ گئے۔

نعمت غیر مترقبہ

اسی درمیان میں حجاز کے وزیر اعظم امیر فیصل ایک ٹیکسی میں گزر رہے تھے۔ ہماری ٹرک کو بگڑی دیکھ کر کچھ دیر رکے اور ڈرائیور سے ہم لوگوں کے متعلق چند سوال کئے اس کے بعد انھوں نے اپنی طرف سے کچھ کھانے پینے کی چیزیں اور پانی ہم لوگوں کو دیا۔ اور آگے بڑھ گئے۔ ان کے جانے کے بعد ڈرائیور نے ان کا تعارف کرایا وہ انگریزی بھی جانتے تھے اس لیے ان سے ملاقات نہ کرنے پر افسوس ہوا۔

کچھ دیر بعد ڈرائیور کو پتہ چلا کہ مشین کا ایک آلہ ٹوٹ گیا ہے۔ اس کو بدلنے میں شام ہوگئی۔ بہرحال یہیں کھانا پکا کر کھایا گیا۔ اور سورج غروب ہونے سے قبل ہی سفر شروع ہوگیا۔ اس بار ڈرائیور نے بہت ہی احتیاط سے ٹرک چلائی۔

دوپہر تک چلتے رہنے کے بعد خار دار درختوں والے ایک جنگل میں رکے اور ایک درخت پر دری لگا کر اس کے سائے میں بیٹھے، یہیں کھانا پکایا، اور کھانے کے بعد کچھ دیر آرام کیا اور سورج ڈھلنے کے بعد پھر سفر شروع ہوا،

تیز دھوپ کی وجہ سے ٹرک کی مشین بہت جلد گرم ہوجاتی تھی۔ اس لیے اس کو پانی ڈال کر ٹھنڈا کیا جاتا تھا اور اس بے آب و گیاہ ریگستان کا تقریباً آدھا فاصلہ طے کرنا باقی تھا اس لیے پانی کو بہت احتیاط سے خرچ کرنا پڑتا تھا۔ دور سے نظر آنے والے اونچے نیچے حصوں کو طے کرتے ہوئے بڑھتے رہے، آفتاب غروب ہوجانے کے بعد بھی تین چار گھنٹہ سفر جاری رہا، آخرکار دفینہ نام کے ایک گاؤں میں پولیس چوکی پر آکر رکے۔ یہاں پر ہمارے پاسپورٹ دکھائے گئے۔ رات گذار کر صبح طلوع آفتاب کے بعد آگے سفر شروع کیا۔

چار گھنٹہ سفر جاری رکھنے کے بعد مویا نام ایک قریہ میں پہونچے، اور ایک بڑے مکان کے قریب جہاں چند ٹرک کھڑے تھے ہمارا ٹرک بھی رکا اور چونکہ اب منزل مقصود دور نہ تھی اس لیے اطمینان سے یہاں ٹھہرے۔ ٹرک کے لیے پٹرول لیا تین چار گھنٹے آرام کرنے کے بعد آگے بڑھے۔

خطرناک سفر

پہاڑی اور نشیب و فراز والے میدانوں میں مسلسل کئی گھنٹے چلتے رہے اب آفتاب غروب ہونے کو تھا ہم لوگ ایک گہری خندق والے میدان کے پتھر کے کنارے پر آکر رکے۔ تقریباً ۵۰ فٹ کی گہرائی سے راستہ جاتا تھا اوپر سے نیچے تک بہت ہی تنگ اور کم ڈھلان والی اس اونچائی سے اور وہ بھی تنگ راستے سے ہم لوگوں کو نیچے اترنا تھا، یہ سوچ کر میں بہت گھبرایا۔ ڈرائیور نے بریک ٹھیک کیا اور مشین کو درست کیا اور بریک پر پورا قابو رکھتے ہوئے احتیاط کے ساتھ ٹرک کو نیچے اتارنے لگا۔

اگر پتھر سے ٹائر ذرا بھی ہٹ جاتا تو ہم لوگوں کا وہ انجام ہوتا جس کا اندازہ قارئین خود لگا سکتے ہیں آخرکار اس خطرناک راستے کو آہستہ آہستہ طے کیا۔ اور نیچے میدان میں پہونچے، ڈرائیور نے بتایا کہ اس خطرناک راستے سے شاید ہی کوئی آتا ہو، اکثر مسافر دوسرے راستے تلاش کرکے اسی سے سفر کرتے ہیں۔

ندائے ملت کی خاص اشاعت

صِدّیق حسن نمبر

جس کے مطالعہ سے آپکے سامنے وہ شاہراہ عمل روشن ہوگی جس کی تلاش ملت کے موجودہ حالات کی پکار ہے
ایک نمونہ آپکے سامنے آئے گا کہ جب اس راہ پر چلا جاتا ہے اور پھر کن خوشگوار نتائج کا ایک مومن آدمی کے سامنے کھل جاتا ہے

جستجو ہو تو کوئی خضا تنگ نہیں ہے
اے مرد خدا ملک خدا تنگ نہیں ہے

سید صدیق حسن مرحوم جن کا انتقال ابھی حال میں ۲ ستمبر ۶۳ء کو ہوا
اس شعر کی صداقت کی زندہ مثال تھے

وہ اتر پردیش کے سینیر آئی سی ایس آفیسر تھے ——— لیکن خدا کی شان اور اس کی دین ہے کہ
موجودہ ہندوستان میں اسلام پر جینے اور مرنے کی آرزو رکھنے والوں کے لیے ایک آئی سی ایس کی زندگی
نشان راہ بن رہی ہے ● روشنی دکھا رہی ہے ● اور مایوسیوں کو صدائے لاتحزن سنا رہی ہے

ندائے ملت کے تقریباً ۶۰ صفحات پر اس زندگی کے کچھ اوراق پڑھیے

ندائے ملت کا یہ نمبر ہندوستان کے معروف و ممتاز مسلم و غیر مسلم حضرات کے مضامین سے آراستہ ہو کر

۲۴ اردسمبر ۶۳ء کو نکل رہا ہے

اس نمبر کی قیمت ۵۰ / ۱ نئے پیسے علاوہ ڈاک خرچ ● سالانہ خریداری قبول کرنے والوں کیلئے کوئی علیحدہ قیمت نہیں

ندائے ملت لکھنؤ ۱ فون ۲۲۵۳۳

تھوڑی دیر اہل حق کے ساتھ

محمد یونس نگرامی ندوی

(۱)

محمد بن سلام الجمحی اپنے وقت کے بہت بڑے عالم تھے، ان کی تصنیفات میں طبقات الشعراء اپنے فن میں بڑی اہم کتاب ہے۔ حضرت امام احمد بن حنبل بھی ان کے شاگرد تھے۔ ان کے ایک معاصر حسین بن فہم فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ محمد بن سلام ہمارے مہمان ہوئے تو سخت بیمار ہوگئے ابن ماسویہ ان کی عیادت کے لیے تشریف لائے تو فرمایا الحمد للہ آپ بیمار تو نہیں ہیں پھر اس قدر پریشان کیوں ہیں؟

محمد بن سلام نے ارشاد فرمایا، خدا کی قسم یہ گھبراہٹ دنیا کے لیے نہیں ہے بلکہ انسان جب تک صحت مند ہے ایک عالم مدہوشی میں رہتا ہے لیکن یہ امراض انسان کے حق میں تنبیہ ہوتے ہیں اور مدہوشی سے ہوش میں لے آتے ہیں

(معجم الادباء ج ۷ ص ۱۳-۱۴)

(۲)

حضرت ابراہیم بن المہلب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے ایک غلام کو جنگل بیابان میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، میں انتظار میں بیٹھ گیا کہ نماز ختم کرے تو اس جنگل میں نماز پڑھنے کا سبب دریافت کروں۔ جب وہ نماز پڑھ چکا تو میں نے پوچھا کہ یہاں تمہارا کوئی مونس بھی ہے، اس نے جواب دیا کہ ہاں، میں نے پھر سوال کیا وہ کہاں ہے اس نے جواب دیا کہ اس کا جلوہ ہر طرف بکھرا ہوا ہے جس طرف چاہو نظر اٹھا کر دیکھ لو۔ میں نے پھر سوال کیا تمہارے ساتھ کچھ زاد سفر بھی ہے اس نے کہا ہاں میرا دل نہ مانا میں نے کہا کہاں ہے اس نے جواب دیا میرا زاد سفر اللہ کے ساتھ اخلاص اور وحدانیت اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اقرار ہے۔ میں نے پھر سوال کیا کہ اس ویرانہ میں تمہاری طبیعت نہیں گھبراتی۔

اس نے بڑا ہی عارفانہ جواب دیا کہ اللہ کے ساتھ اُنس و محبت نے تمام وحشتوں کو دور کر دیا ہے۔ اگر میں درندوں کے درمیان بھی رہوں تو مجھ کو کوئی خطرہ و پریشانی نہیں ہوتی ہے۔ ابراہیم بن مہلب فرماتے ہیں کہ اس غلام کے جوابات نے مجھ کو حیرت زدہ کر دیا۔

(صفۃ الصفوۃ ج ۴ ص ۳۶۳)

(۳)

احمد بن نصر اپنے وقت کے بڑے عالم گذرے ہیں، مشہور عباسی خلیفہ واثق نے اس حق گوئی پر کہ یہ خلق قرآن کے قائل نہ تھے، برسر عام قتل کرا دیا ابراہیم بن اسماعیل فرماتے ہیں کہ جب ان کا سر تن سے جدا کر دیا گیا تو لوگوں نے سنا کہ وہ قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہے مجھ کو بھی اشتیاق ہوا کہ اس واقعہ کو دیکھوں۔ چنانچہ جب رات کا سناٹا چھا گیا اور ہر طرف تاریکی چھا گئی تو میں نے سنا سر سے آواز آرہی تھی۔

الم ○ احسب الناس أن يتركوا أن يقولوا آمنا وهم لا يفتنون

(ترجمہ) الم، کیا لوگوں نے سمجھ رکھا ہے کہ وہ محض اس لیے کہ ہم ایمان لائے چھوڑ دیے جائیں گے اور وہ آزمائے نہ جائیں گے

یہ سن کر میرے رونگٹے کھڑے ہوگئے۔ اسی رات میں نے خواب دیکھا کہ ان پر حریر و دیباج کے کپڑے ہیں اور سر پر تاج ہے۔ میں نے دریافت کیا میرے بھائی خدا نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ فرمایا ہے۔ انھوں نے جواب دیا۔

"میرے پروردگار نے مجھ کو بخش دیا اور جنت عطا فرمائی۔"

ایک دوسرے بزرگ ابوجعفر انصاری نے بھی حضرت احمد بن نصر کو خواب میں دیکھا تو وہ فرماتے تھے کہ اس شہادت کی وجہ سے میرے رب نے اپنا دیدار نصیب فرمایا۔

(طبقات الحنابلہ ص ۴۹)

(۴)

مشہور عباسی خلیفہ مامون کے پاس یحییٰ بن اکثم نے ایک رات گذاری۔ ان کا بیان ہے کہ رات کے کسی حصہ میں میری آنکھ کھل گئی تو مجھ کو پیاس معلوم ہوئی، میں اٹھ کر پانی تلاش کرنے لگا تو مامون بھی بیدار ہوگیا، اس نے پوچھا کیا بات ہے میں نے کہا پیاس لگی ہے یہ سننا تھا کہ وہ اٹھ کھڑا ہوا اور خود پانی لاکر دیا میں نے کہا اے امیر المومنین! کسی خادم کو کیوں نہ آپ نے بلا لیا، اس نے کہا کہ مجھ تک یہ حدیث پہونچی ہے

"سید القوم خادمهم"

(قوم کا سردار قوم کا خادم ہوتا ہے)

(تاریخ الخلفاء سیوطی ص ۳۳۰)

پیام قرآن

سامان ہیں لیکن گھڑی بھر میں یہی چیزیں ہلاکت اور بربادی کا باعث بھی بن سکتی ہیں۔

وللّٰہ جنود السموات		اور اللہ کے ہیں سب لشکر
والارض	(فتح)	آسمانوں کے اور زمین کے

اس کے علاوہ کچھ حالات ایسے بھی تو پیش آتے ہیں جہاں ہماری عقلیں حیران رہ جاتی ہیں، ہم جن کی کوئی ظاہری توجیہ نہیں کر سکتے ہیں اور ہار کر کہہ دیتے ہیں کہ "اتفاق" سے ایسا ہوگیا "اتفاق" سے فلاں بات نہ ہوسکی۔ تو خوب سمجھ لیجئے کہ یہ "بخت و اتفاق" فلسفہ کے وہ نامراد الفاظ ہیں جو انسانی عقل کی شکست، درماندگی اور بیچارگی کی کھلی ہوئی نشانی ہیں خدا کے یہاں کوئی چیز "اتفاق" سے نہیں ہوجایا کرتی ہے بلکہ ہر معاملہ کا ایک خاص نظام ہے بعض نظاموں کے ظاہری اسباب ہم پر کھول دیے گئے ہیں اور انھیں کے علم کو ہم اپنی زندگی بھر کی کمائی جانتے ہیں، لیکن وہاں صورت یہ ہے کہ

وما یعلم جنود ربک		اور کوئی نہیں جانتا تیرے رب
الا هو	(مدثر)	کے لشکر کو مگر وہ خود ہی۔

حاصل یہ ہے کہ ان غم انگیز اور روح فرسا واقعات سے سرسری طور پر گزر جانا یا ان کو محض اسباب کے حوالے کرکے اپنے کو مطمئن کر لینا ہرگز درست نہیں ہے، اس کائنات پر ظاہری اسباب کی جو نقاب پڑی ہے اس کو ہٹا کر، ہم کو مسبب الاسباب پر نظر کرنا چاہیے اور دنیا و آخرت کی فلاح اور نجات کی جدوجہد میں لگنا چاہیے۔

عربی کھجور

بقیہ

میں پیدا ہوتے ہیں جو عموماً دوسرے ملکوں میں بھی مشترک طریقے پر پائے جاتے ہیں۔ جیسے انار، سیب، انگور، اور اسی طرح کے دوسرے پھل، لیکن ان کی مقدار کم ہے

کتب خانے کی سیر

کتب خانہ دارالعلوم ندوۃ العلما، اور اس کے چند نوادرات

از شاہ محمد شبیر عطا ندوی

ندوہ کا کتب خانہ ہندوستان کے مشہور اور وسیع کتب خانوں میں ہے۔ اس میں مختلف علوم و فنون کی نادر و نایاب کتابیں موجود ہیں۔ بعض مصنفین کے مطالعہ میں رہ چکی ہیں۔ بعض کتابیں شاہی کتب خانوں میں رہ چکی ہیں، متعدد کتابیں مطلا و مذہب ہیں، ایک برنجی اصطرلاب ہے جو اورنگ زیب کے ساتویں سال جلوس میں لاہور میں تیار کیا گیا تھا۔ اس کتب خانہ میں نوادر کی تعداد ایک ہزار ہے۔

ساتویں صدی ہجری کی عظیم درسگاہ "المدرسۃ المستنصریہ" کے مایۂ ناز عالم علامہ نورالدین بصری کی مشہور تفسیر منتھی العلوم فی تفسیر کتاب اللہ الحی القیوم کا نایاب قلمی نسخہ اسی کتب خانہ کی زینت ہے، علامہ نورالدین بصری ساتویں صدی ہجری کے مشہور حنبلی عالم ہیں۔ امام زین الدین ابن رجب حنبلی نے طبقات الحنابلہ میں اور امام جلال الدین سیوطی نے طبقات المفسرین میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔ منتھی العلوم کا یہ نسخہ صرف سورۂ نساء تا سورۂ اعراف کی تفسیر پر مشتمل ہے یہ نسخہ مصنف کی وفات سے چار سال پہلے لکھا گیا ہے، مصنف کے شاگرد عبداللہ المرجی نے اسی نسخہ سے مصنف سے پڑھا تھا۔ یہ نسخہ نفاستِ تحریر اور قدیم خطاطی کا بے مثل نمونہ ہے۔ اس نسخہ کو مصنف کے ملاحظہ اور نظرثانی کا بھی شرف حاصل ہے (مخطوطہ ۶۸۰ھ)۔

اس کتب خانہ کی دوسری اہم کتاب البرہان فی توجیہ متشابہات القرآن۔ یہ برہان الدین ابوالقاسم محمود بن حمزہ کرمانی کی تصنیف ہے۔ کرمانی چھٹی صدی ہجری کے علماء میں ہیں، حاجی خلیفہ اس کتاب کے بارے میں لکھتا ہے: (مختصر ذکر فیہ الآیات المتشابہات التی تکررت فیہ وسبب ہا وفائد تہا وحکمتہا)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کا عربی دیوان بھی اسی کتب خانہ میں ہے، جس کا دوسرا نسخہ غالباً ابھی تک کہیں دستیاب نہیں ہو سکا۔ اس کتب خانہ کی دیگر اور نادر مخطوطات کے نام درج ذیل ہیں۔ جس سے اس ذخیرہ کی ندرت کا اندازہ بآسانی ہو جائے گا۔

۱۔ المحاکمات مخطوط سنہ ۷۳۸ھ

۲۔ اعجاز خسروی " سنہ ۷۰۳ھ

۳۔ شرح مفتاح العلوم مخطوط سنہ ۸۰۲ھ

۴۔ شرح مقاصد " سنہ ۸۴۰ھ

۵۔ شرح طوالع " سنہ ۸۳۳ھ

۶۔ صحاح جوہری " سنہ ۸۹۶ھ

۷۔ الایضاح " سنہ ۸۸۳ھ

۸۔ زبدۃ الاصول مؤلفہ شیخ بہاء الدین عاملی، مصنف کے خاص بیاض سے منقول ہے

۹۔ اشعۃ اللمعات۔ محمد شاہ کے کتب خانہ میں رہ چکی ہے

۱۰۔ وفا الوفی۔ امجد علی شاہ " "

۱۱۔ سفرنامہ ناصر خسرو مخطوط سنہ ۱۰۰۶ھ

۱۲۔ تفسیر قرطبی۔ آٹھویں صدی کا مخطوطہ

۱۳۔ المعجم الصغیر طبرانی قدیم ترین نسخہ

۱۴۔ طبقات الحنابلہ " "

۱۵۔ الصواعق المرسلہ " "

۱۶۔ التمییز لما اودعہ الزمخشری من الاعتزالات فی کتاب اللہ العزیز۔ اس کا دوسرا نسخہ کتب خانہ خدیویہ میں ہے۔

۱۷۔ مدینۃ العلوم ازنیقی نایاب نسخہ

۱۸۔ رسالہ علم ریاضی از امام امام الدین ریاضی مخطوط سنہ ۱۲۴۵ھ

۱۹۔ کریما۔ مخطوط سنہ ۱۱۴۰ھ

۲۰۔ دیوان مصحفی " سنہ ۱۲۴۰ھ

۲۱۔ کتاب الروح (امیر مینائی کے قلم کا مخطوطہ)

۲۲۔ التخویف من النار۔ از امام ابن رجب حنبلی نادر نسخہ

۲۳۔ کتاب الاوائل از ابو ہلال عسکری نادر نسخہ

۲۴۔ حاشیہ افق المبین "

۲۵ نزہتہ الارواح از شہرزوری "

★ ★ ★

نئی کتابیں

مکتوبات سلیمانی

از مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی

صفحات ۲۹۸ ناشر صدق جدید بک ایجنسی، لکھنو

مکتوبات سلیمانی کا یہ پہلا حصہ ہے مولانا سید سلیمان ندوی کے ۳۰۷ خطوط پر مشتمل ہے اور ایک لحاظ سے اس دور کی علمی اور ادبی تاریخ یا دستاویز ہے جس پر اگرچہ زمانہ زیادہ نہیں گزرا، لیکن پھر بھی وہ ختم ہو چکا ہے اور اس کے اصل نمائندوں کی تعداد اب بہت کم رہ گئی ہے۔ خطوط کے ساتھ تقریباً توضیحی حاشیے ہیں۔

مسئلہ ختم نبوت

از مولانا محمد اسحاق ندوی سندیلوی

عقیدۂ ختم نبوت بھی ضروریات دین میں داخل ہے اور اس کا انکار یقیناً کفر و ارتداد ہے جسے کوئی تاویل بچا نہیں سکتی۔

اس کتاب میں اسی مسئلہ کو قرآن و سنت کی روشنی میں پوری تفصیل کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔

"النبوۃ والانبیاء فی ضوء القرآن"

از مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

از محمد اسحاق خاں ندوی

صفحات ۱۵۶ قیمت: تین روپے

ناشر: المجمع الاسلامی العلمی ندوۃ العلما لکھنو

یہ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے ان لکچروں کا مجموعہ ہے جو انھوں نے مدینہ یونیورسٹی میں ویزیٹنگ پروفیسر (VISITING PROFESSOR) کی حیثیت سے گزشتہ سال دیے، یہ کل چھ خطبات ہیں۔

تعبیر کی غلطی

از جناب وحیدالدین خانصاحب

صفحات ۵۲۰۔ قیمت چھ روپے

ناشر

موصوف نے اس کتاب میں جماعت اسلامی کے مزاج کا اور خاص طور پر بانیٔ تحریک کا ناقدانہ مطالعہ کیا ہے

مقالات امینی

از مولانا محمد تقی صاحب امینی

صفحات ۹۴ قیمت ۱/۵۰

ناشر: ادارۂ علم و عرفان، اشرف رکھا بلڈنگ (اجمیر شریف)

مقالات امینی، موصوف کے ان مقالات کا مجموعہ ہے جو فقہ کے اجتماعی مسائل پر تھیالوجیکل سوسائٹی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی دعوت پر یونین ہال میں پڑھے گئے تین مقالے ہیں۔

دنیا کا آٹھواں عجوبہ؟

دہلی کی ایک عجیب و غریب تاریخی مسجد جو ابھی تک پڑی ہوئی ہے

زمانہ بڑے غور سے سن رہا تھا
ہمیں سو گئے داستاں کہتے کہتے

:ا ہمارے نمائندہ خصوصی کے قلم سے:

ضرورت ایجاد کی ماں ہے

انسان کی ضروریات ہر زمانہ میں یکساں رہی ہیں، یہ سوچنے کی بات ہے کہ اب سے صدیوں پہلے بڑے مجمع میں اگر کوئی بات کہنی ہوتی تھی تو اس کا کیا ذریعہ ہوتا تھا، اس دور میں اس کا تصور کرنا کافی دشوار ہے۔

مسلمانوں نے اپنے عروج کے دور میں اس طرح کے کئی مسئلے حل کر لیے تھے، جس طرح مسلمانوں کے قلعوں میں ایسے حوض پائے گئے ہیں جہاں پانی بغیر کسی ظاہری امداد کے گرم اور ٹھنڈا کیا جاتا تھا اور اسی طرح کی اور دوسری انسانی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے مختلف فطری ذرائع اختیار کئے جاتے تھے، اسی طرح آواز کی تسخیر کے لیے بھی انھوں نے کچھ شکلیں ایجاد کر لی تھیں۔ اس غرض کے لیے انھوں نے فن تعمیر کو ایسی ترقی دی تھی جسکو دیکھ کر آج بھی دنیا حیرت میں ہے، دکن میں ایسی عمارت اب بھی موجود ہے جہاں ایک کونہ میں کھڑے ہو کر اگر تالی بجائی جائے تو دوسرے کونے میں وہ آواز سنی جا سکتی ہے لیکن ان سب سے بڑھ کر وہ عمارت ہے جو اب سے ۶ سو برس پہلے بنائی گئی تھی اور اس میں اس کا پورا لحاظ رکھا گیا تھا کہ اس میں آواز محفوظ رہ کر اس کے ہر کونے میں پوری قوت کے ساتھ پہونچ سکے۔

یہ عمارت ایک مسجد کی ہے جو فیروز شاہ تغلق کے عہد میں تعمیر کی گئی تھی یہ شہر سے باہر تقریباً ۱۰، ۹ میل کے دوری پر قطب مینار کے قریب واقع ہے، یہاں پہلے آبادی تھی، اس علاقہ کا نام کھڑکی گاؤں تھا، بعد میں آبادی کھسکتے کھسکتے اس جگہ پہونچ گئی جو اب اصل دہلی ہے جسکا تاریخی نام شاہ جہاں آباد ہے۔

اس علاقہ میں مسلمانوں کے عہد کی کئی عمارتیں ہیں۔ ان میں سے دو بڑی مسجدیں ہیں جو شاید اپنے عہد میں جامع مسجد یا عیدگاہ کا کام دیتی ہوں ان میں سے ایک مسجد، مسجد بیگم پوری کے نام سے مشہور ہے اور دوسری مسجد کھڑکی والی کے نام سے ہے۔

کھڑکی والی مسجد

کھڑکی والی مسجد اپنی نوعیت کی تنہا مسجد ہے اور اس کی بعض خصوصیات اس کے لیے باعث امتیاز ہیں، یہ مسجد باوجود اپنی وسعت کے پوری مسقف ہے اور کئی سو ستونوں پر قائم ہے۔ مسجد میں ہوا کے لیے چار صحن ہیں کئی ہزار آدمی اس مسجد میں ایک وقت میں نماز پڑھ سکتے ہیں۔

۶۰۰ برس پہلے کا ٹیلیویژن

اس مسجد کی ایک بہت بڑی خوبی یہ ہے کہ ہر فرد محراب و منبر کو بخوبی دیکھ سکتا ہے۔ مسجد کے ہر کونہ سے یہ جگہ صفائی کے ساتھ دکھائی دیتی ہے۔ ستون اس طرح قائم کئے گئے ہیں کہ وہ راہ میں رکاوٹ نہ بنیں، مسجد مربع شکل ہے اور ہر طرف روشنی اور ہوا کے لیے دروازے اور روشندان بنے ہوئے ہیں، شاید یہ اس غرض سے بنائی گئی تھی کہ بارش یا سخت دھوپ کے وقت سارے نمازی آسانی کے ساتھ نماز ادا کر سکیں، لیکن یہاں ایک اہم مسئلہ بھی درپیش تھا وہ یہ کہ اتنے نمازی امام کی آواز کیسے سن سکیں گے، تکبیرات کے لیے مکبر مقرر کئے جا سکتے ہیں مگر جہری نمازوں میں امام کی قرأت کیسے سنی جا سکے گی یہ وقت کا ایک اہم مسئلہ تھا لیکن فن تعمیر کے ماہروں نے اس مسئلہ کو حل کر کے دکھا دیا اور یہ مسجد اس کامیابی کا بہترین نمونہ ہے۔

قدرتی لاؤڈ اسپیکر

سب سے پہلے مسجد کو چھت دار بنا کر آواز کو محفوظ کرنے میں سہولت حاصل کی گئی پھر ستونوں کے اوپر سرے سے لیکر آخری حصہ تک ترچھے ترچھے مکعب شکل کی جھکاؤ دار ایسی شکلیں بنائی گئیں جو آواز کو مسجد کے ایک حصہ سے دوسرے حصہ تک پہونچاتی ہیں اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ پرانی عمارتوں میں محرابوں اور گنبدوں کا استعمال محض حسن کے لیے نہیں تھا۔ اسکا تعلق آواز سے تھا۔ اس مسجد میں اصل محراب کی جگہ سے پوری مسجد میں ہر طرف ستونوں کو اس شکل میں بنایا گیا ہے کہ محراب کی شکل بن گئی ہے۔

ہمارا قافلہ

مسجد کی یہ خوبی سننے کے بعد ہمارے کچھ ساتھیوں کو شوق ہوا اور ہم لوگوں نے ایک دن باقاعدہ سفر کیا اور ہمارا مختصر سا قافلہ اس اہم سفر پر روانہ ہوا۔ مسجد کا راستہ بہت دشوار ہے۔ سڑکیں نہیں ہیں کچے راستوں سے کھیتوں سے ہو کر پہونچے، عام طور سے لوگ اس سے واقف نہیں ہیں اس لیے کہ اس کے قریب مسلم آبادی بالکل نہیں ہے اور نہ ٹورسٹ ڈیپارٹمنٹ کے کتابچے ہی میں اسکا ذکر ہے۔ وہاں پہونچے پر یہ دیکھ کر سخت افسوس ہوا کہ مسجد نہایت خستہ حال ہے۔ صفائی کا بالکل انتظام نہیں ہے اور بند ہونے کی وجہ سے اس میں چمگادڑوں نے اپنا مسکن بنا لیا ہے۔ مسجد کے چاروں طرف خندق سی بنی ہوئی ہے، شاید یہاں کوئی نہر رہی ہو اور وضو کے لیے استعمال ہوتی رہی ہو، مسجد کی باہری شکل بھی دیدہ زیب ہے اندر سے پوری مسجد پتھر کی بنی ہوئی ہے ستون بھی مکمل پتھر کے ہیں، ان میں نقش و نگار نہیں ہیں بالکل سادے ہیں۔

حیرت انگیز مشاہدات!

ہم کئی ساتھی تھے، ایک ساتھی کو محراب میں کھڑا کیا۔ باقی ساتھی مسجد کے ہر کونہ میں پہونچ گئے محراب میں کھڑے ساتھی نے عام آواز سے قرآن شریف کی تلاوت شروع کی۔ یہ دیکھ کر ہر شخص کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ ہر شخص اس آواز کو اس طرح سن رہا تھا جس طرح پہلی صف میں کھڑا شخص اپنے امام کی آواز سن سکتا ہے۔ اس کے بعد ایک دوسرے شخص کو وہاں بھیجا گیا، اور وہی تجربہ پھر کیا گیا حیرت کی بات یہ تھی کہ سانس لینے تک کی آواز صفائی کے ساتھ سنائی دیتی تھی اس کے بعد اس کے مخالف سمت پر ایک شخص کو کھڑا کیا گیا اور باقی لوگ مختلف حصوں میں کھڑے ہو گئے اس صورت میں محراب کے باہر رہنے والوں کی آواز مسجد میں سنی نہیں جا سکی۔

سیاحوں کی توجہ کے لیے

میرا خیال ہے کہ وہ زائر اور سیاح جو قطب مینار وغیرہ دیکھ کر واپس ہو جاتے ہیں اس مسجد کو دیکھ کر دیا وہ حیرت زدہ رہ جائیں گے اور انکو اس اسلامی عہد کی عظمت و شوکت اور ان باکمالوں کے سیا...ن کا کچھ اندازہ ہو گا جنکی صدائے بازگشت اس مسجد میں اب بھی اسی طرح سنائی دے رہی ہے۔

ـــــــــ

ئے سرسید احمد خاں نے آثار الصنادید میں اس مسجد کا ذکر کیا ہے

گزشتہ سے پیوستہ

امریکہ میں چاند کی مہم

از:۔ وجیہ اسمان

ترجمہ: سید ضیاء الحسن ندوی

ہوش اڑانے والا خرچ

۱۹۶۰ء کے خلائی پروگرام کے اخراجات ۵۳ کروڑ ۳۰ لاکھ ڈالر تھے، ۱۹۶۱ء میں ۹۶ کروڑ ۴۰ لاکھ ڈالر ہوگئے ۱۹۶۲ء میں یہ تعداد ۱.۳ ارب ۷۰ کروڑ ۳۰ لاکھ ڈالر تک پہنچ گئی، ان ہولناک اخراجات کے باوجود ۱۹۶۳-۶۴ء کے لئے کانگرس سے ۶ ارب ۱۱ کروڑ ۲۰ لاکھ ڈالر کا مطالبہ کیا گیا، واضح رہے کہ یہ رقم کل امریکی بجٹ کے دسویں حصہ کے برابر ہے اور اس سے زیادہ ہے جتنی بیرونی ممالک کی فوجی ومعاشی امداد کے لیے امریکہ خرچ کرتا ہے، اور اس مجموعی رقم کی دوگنی ہے جو حکومت امریکہ اپنی وزارت خارجہ، صحت، روزگار، قومی تربیت اور مرکزی سکریٹریٹ پر صرف کرتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس بجٹ کی وجہ سے امریکہ میں بسنے والے ہر فرد کو (جس میں عورتیں مرد اور ممبران پارلیمنٹ شامل ہیں) اپنے اخراجات میں کم از کم تیس ڈالر کا مزید بار اٹھانا پڑے گا۔

امریکہ کی قومی ہوابازو خلائی تنظیم" (N.A.S.A) روز افزوں اور زبردست توسیع کے مقابلے میں یہ اخراجات الف لیلہ کے افسانے معلوم ہوتے ہیں، آج یہ امریکہ کی سب سے بڑی تنظیم ہے۔ ملک کی بڑی کمپنیاں اور کارخانے اسی ادارے کی ضروریات پورا کرنے میں لگے ہوئے ہیں، اس تنظیم کی توسیع جس انداز سے ہورہی ہے اس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی، دنیا بھر میں پھیلی ہوئی (مصنوعی سیاروں کی رفتار ریکارڈ کرنے والی) رصد گاہیں اور راکٹ داغنے والے متعدد اڈے جن میں سے ہر ایک بجائے خود ایک شہر ہے، اسی تنظیم کی عالمی کرتیں ہیں "کیپ کناویرال" (موجودہ کیپ کینیڈی) میں اس کا بہت بڑا مرکز ہے، اس کے علاوہ ایک دوسرا عظیم تر مرکز قائم کرنے کی تیاری ہورہی ہے، جو ریاست ٹیکساس کے شہر کلیر سٹی لیک میں ہوگا، اس کو خلا بازوں کے ہیڈ کوارٹر اور کائناتی سفر کے پہلے اسٹیشن کی حیثیت حاصل ہوگی، اس میں پچاس ہزار مکانات ان دو لاکھ افراد کو بسانے کے لیے تعمیر کیے جائیں گے جن کی روزی خلائی منصوبوں میں کام کرنے پر منحصر ہوگی۔

مرکزی پروجیکٹ پر ۲۰ کروڑ ڈالر کا خرچ آرہا ہے اس سے ٹھیک دو چند جتنا شروع میں اندازہ کیا گیا۔ اسی طرح جیمنی پروجیکٹ کے ابتدائی کاموں سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس کے اخراجات بھی مقررہ بجٹ سے دوگنے ہوجائیں گے ۲۰ کروڑ ۱۰ لاکھ ڈالر کا اضافہ ... اس خرچ کے علاوہ ہے جو خلائی تنظیم کے دوہرے تہرے تجربات میں ہوتا رہتا ہے شروع میں چاند پر پہونچنے کے مجموعی اخراجات کا اندازہ ۲۰ ارب ڈالر کیا گیا تھا، لیکن نئے اندازہ کے مطابق اپالو پروجیکٹ ۳۰ ارب ڈالر سے کم میں پورا نہیں ہوسکے گا۔

پروفیسر وارن ویفر (جو ترقی سائنس اکیڈمی کے سابق چیرمین ہیں) اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں،

"۳۰ ارب ڈالر کے زبردست خرچ سے امریکا بھر میں پڑھانے والے تمام اساتذہ کی تنخواہوں میں دس فیصدی اضافہ کیا جاسکتا ہے، اور ان ستاون ملکوں میں سے جنہیں حال ہی میں اقوام متحدہ نے تسلیم کیا ہے۔ ہر ملک کے اندر ایک ایک یونیورسٹی قائم کی اور چلائی جاسکتی ہے، اور پچاس ہزار غیر ملکی طلبہ کو پچاس پچاس ہزار تعلیمی عطیے دئے جاسکتے ہیں جن میں ہر ایک کی قیمت چار ہزار ڈالر ہے"

عام امریکی سائنسداں خلائی پروگرام کے خلاف ہیں، گزشتہ دنوں ریاست مینسوٹا کے گسٹاف اڈلف کالج میں ایک غیر رسمی جلسہ ہوا جس میں پچیس نوبل انعام یافتہ امریکی شخصیتوں نے شرکت کی (امریکہ میں نوبل انعام پانے والوں کی کل تعداد اس وقت ۵۵ تھی) یہ لوگ ایک سائنس ہال کا افتتاح کرنے جمع ہوئے تھے، جس کا نام "الفرڈ نوبل" (ALFARD NOBEL) کے نام پر رکھا گیا تھا۔ اس جلسہ میں خلائی پروگرام پر مباحثہ ہوا اور اس کے غیر سائنسی اور بیحد خرچیلا ہونے کی وجہ سے اس کے خلاف اتفاق رائے سے ووٹ پاس کیا گیا اور افسوس ظاہر کیا گیا کہ اس انسانی انسانی علم و فکر کے نشوونما کا کوئی سامان نہیں ہے۔

چاند کی منزل

چاند میں نہ ہوا ہے اور نہ پانی، وہ ایک خلائی اسٹیشن (خلائی سفر کی پہلی منزل) سے زیادہ کسی کام نہیں آسکتا۔ "سائنس میگزین" جو ترقی سائنس اکیڈمی کا آرگن ہے اسی طرح کا ایک تجزیہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ اپالو پروجیکٹ میں ننانوے (۹۹) فیصدی ٹیکنالوجی کا کھیل ہے اور ایک فیصدی سائنس کا، سادہ لوح قسم کے لوگوں کے لیے یہ اتنی ہی کشش رکھتا ہے جتنی گزشتہ نسلوں کے لیے قطب شمالی کی سیاحت میں تھی، اتنے زبردست خرچ کے باوجود اس منصوبہ کو جاری رکھنے کے معنی صرف یہ ہیں کہ عوام کو بس ایک انقلابی افسانہ سنانے کے لیے اتنی بڑی دولت لٹائی جارہی ہے، جہاں تک چاند پر سائنسی رصد گاہیں قائم کرنے کا تعلق ہے، وہ خود کار راکٹوں کی مدد سے بھی قائم کی جاسکتی ہیں، جس میں خلا بازوں کو چاند تک بھیجنے کے خرچ کے مقابلے ایک فیصدی خرچ بھی نہیں آتا چنانچہ چاند پر پہونچنے سے پہلے انسان کو سازگار اور معقول معاشی حالات پیدا کرنا چاہئے۔ ایسے حالات جب راکٹ داغنے کا فن اور ترقی کر جائے، اس میں جلد بازی کرنا اور اتنا زبردست خرچ برداشت کرنا فضول سی بات ہے،

کیلیفورنیا یونیورسٹی کے شعبہ ٹیکنالوجی کے صدر کا کہنا ہے کہ "یہ کوئی عقلمندی کی بات نہیں ہے کہ ہم اپنے قومی بجٹ کا دس فیصدی حصہ چند افراد کو چاند تک پہونچنے پر صرف کردیں صرف اس لیے کہ جب وہ وہاں سے واپس زمین پر آئیں تو ہمیں بتائیں کہ ان کا سفر بہت دلچسپ رہا۔"

اس منصوبہ کے متعلق آجکل دو بڑے شعبوں میں بڑی کشمکش جاری ہے، یہ شعبے سائنس اور ٹیکنالوجی کے ہیں۔ نوجوان انجینئر اور تجرباتی ہواباز خلا میں .... داخل ہونے کی کوشش کر رہے ہیں، جبکہ ہارورڈ، ییل اور پرنسٹن وغیرہ کی یونیورسٹیوں میں چوٹی کے پروفیسروں نے اس کا بائیکاٹ کر رکھا ہے، تعجب کی بات ہے کہ عمل پسند سائنسدان ان لوگوں میں سرفہرست ہیں جو اپالو منصوبہ کی بھرپور مخالفت کر رہے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ چاند پر پہنچکر ہم کیا کریں گے جبکہ زمین پر بیٹھے بیٹھے ہم اسے اچھی طرح پہچان چکے ہیں، ہم نے اپنی رصد گاہوں کی مدد سے خاصے بڑے پیمانے پر اس کی تصویریں لے لی ہیں، ہمیں معلوم ہے کہ چاند پر نہ پانی ہے نہ ہوا، اس کی وجہ سے وہاں کوئی مستقل مرکز قائم نہیں کیا جاسکتا،

تو کار زمیں را نکو ساختی

ہوسکتا ہے کہ مستقبل میں چاند ایک ایسے خلائی اسٹیشن کا کام دے جائے جہاں سے خلائے بسیط میں نئی دریافتوں کا سلسلہ شروع کیا جاسکے اور یہ بات تقریباً یقینی ہے کہ اس سلسلہ کی اگلی دو منزلیں "مریخ" اور "زہرہ" ہوں گی سوال یہ ہے کہ ان دونوں سیاروں "مریخ و زہرہ" میں بھی ہمارے لیے کوئی کشش ہے؟ نئی تحقیقات سے ہمیں پتہ چلا ہے کہ ان دونوں سیاروں کا ماحول نہایت عجیب اور قطعی غیر انسانی ہے، اپنے عجوبہ پن کی وجہ سے انکی تسخیر کی کوشش دلچسپ ضرور ہے لیکن جلد بازی کی کوئی وجہ ہمارے پاس نہیں ہے، کیونکہ خود زمین پر ایسے بیسیوں کام ادھورے ہیں جنکا پورا کرنا انسان کے فرائض میں داخل ہے

مجلس تحقیقات ونشریات اسلام کی چند اردو مطبوعات

مقالات سیرت

از:۔ ڈاکٹر محمد آصف قدوانی ایم اے، پی ایچ، ڈی

سیرت محمدی کے موضوع پر دنیا کی مختلف زبانوں میں جو لکھا گیا ہے اسکا شمار مشکل ہے، اردو اس باب میں خاص امتیاز رکھتی ہے جسمیں بڑی سے بڑی ضخیم کتابیں لکھی جاچکی ہیں، لیکن ڈاکٹر آصف نے مقالات سیرت کے نام سے یہ کتاب تعلیم یافتہ مسلمانوں اور غیر مسلموں کیلئے سیرت کے مختلف پہلوؤں پر لکھی ہے۔

کتابت وطباعت دیدہ زیب، سائز ۱۸×۲۲، صفحات ۲۸۰، قیمت مجلد مع گرد پوش ۴/۵۰

طوفان سے ساحل تک

از:۔ محمد اسد (سابق لیوپولڈ ویس)

ترجمہ:۔ محمد الحسنی (مدیر البعث الاسلامی)

اس کتاب میں مغربی زندگی کے اس طوفان کی تصویر پیش کی گئی ہے جس سے گزر کر محمد اسد صاحب قلبی و روحانی سکون کے ساحل تک پہونچے اور ایمان سے بہرہ یاب ہوئے، اس میں مغربی تہذیب کی مکمل تصویر بھی ہے اور اسلامی معاشرہ کی خصوصیات پر بہت خوبی کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہے۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے مفصل مقدمہ کے ساتھ۔

کتابت، طباعت معیاری، کاغذ اعلیٰ، قیمت:۔ مجلد پانچ روپے

ہندوستانی مسلمان

از:۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

ہندوستان کی تاریخ میں مسلمانوں کا کردار، انکے شہرۂ آفاق علمی وتعمیری کارنامے، زندگی وتمدن پر ان کی گہری چھاپ، جنگ آزادی میں قیادت ورہنمائی، اور انکے موجودہ مسائل ۔۔ یہ کتاب درحقیقت سینکڑوں کتابوں کا خلاصہ ہے۔

مجلد سہ رنگا گرد پوش قیمت ۲/۵۰ عربی ایڈیشن ۲/۵۰ انگریزی ۶/-

مجلس تحقیقات ونشریات اسلام ندوۃ العلماء لکھنؤ